عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد:۳۶ | ۲ تا ۸ رجب المرجب ۱۴۳۸ھ مطابق یکم تا ۷ اپریل ۲۰۱۷ء | شمارہ:۱۳

اسلام امن وسلامتی کا دین ہے

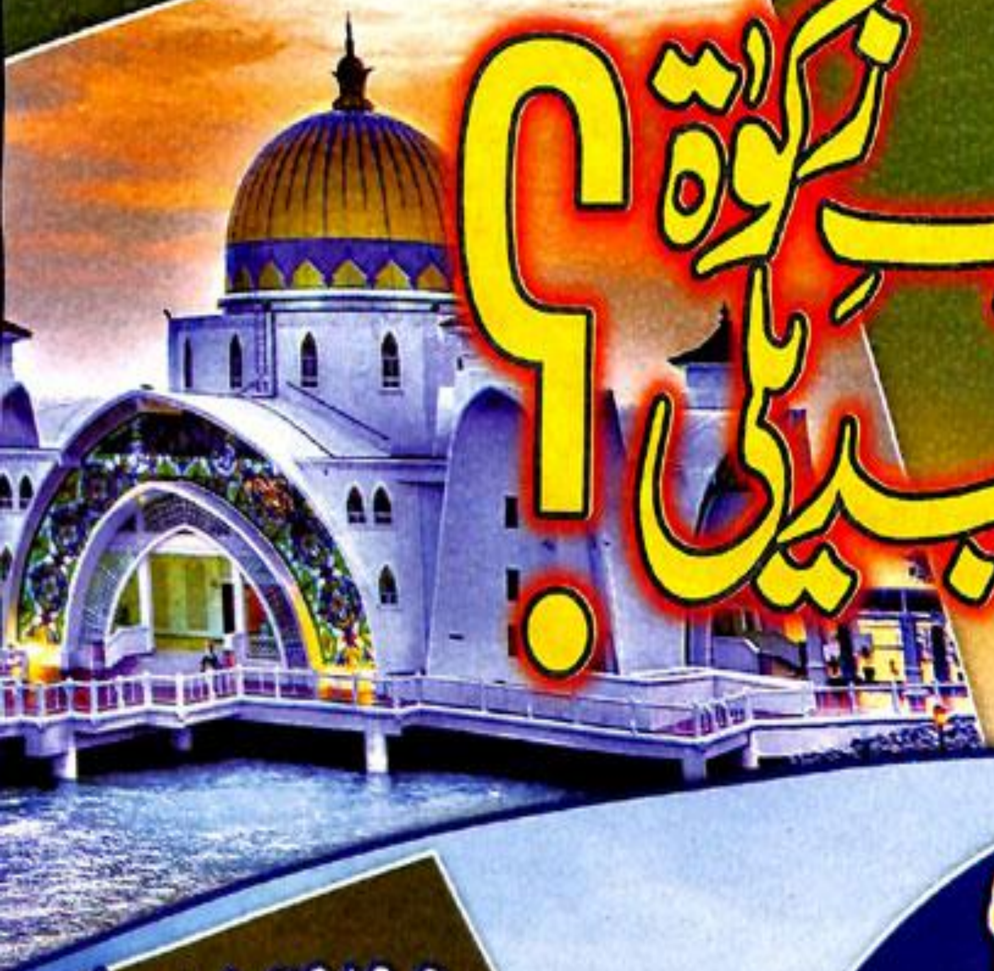

نصابِ زکوٰۃ میں تبدیلی؟

حضرت عیسیٰؑ کی قبر سے متعلق اہم توضیح

شرفِ انسانیت کا معیار
علم و عمل

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

Email: editorkn@yahoo.com

بیوہ کا زیور پہننا

س:...... ہمارے اکثر بلکہ بہت سے گھرانوں میں شادی کے موقع پر جب نکاح ہوتا ہے تو دلہن کو ناک میں نتھ پہناتے ہیں، بعض تو نتھ نہ پہنانا بدشگونی کی علامت سمجھتے ہیں، کیا یہ عمل شرک ہے اور نیز یہ کہ ایک شادی شدہ عورت کا ناک میں لونگ پہننا ضروری سمجھا جاتا ہے، اگر وہ نہ پہننا چاہے تو اس کو بھی بدشگونی سمجھا جاتا ہے۔ عورت کے بیوہ ہوتے ہی ناک سے لونگ اتروا کر سفید دوپٹہ اڑھاتے ہیں جبکہ بیوہ ہر قسم کے زیور پہن سکتی ہے مگر ناک میں لونگ ہی کیوں پہننے کی شدید ممانعت ہے؟ ایسا کیوں ہے، کیا اسلام میں اس قسم کی بندش وغیرہ بیوہ عورت کے ساتھ ہے؟

ج:...... ناک میں نتھ پہننا تو کوئی ممنوع نہیں، کیونکہ یہ بھی ایک علاقائی زیور ہے، تاہم اس کے نہ پہننے کو بدشگون سمجھنا بر خود غلط اور بدشگون ہے۔ ۲: شادی شدہ عورت کا ناک میں لونگ پہننا جائز ہے مگر اس کو ضروری سمجھنا زنانہ شریعت ہے۔ ۳: کسی خاتون کے بیوہ ہونے کے بعد چونکہ وہ عدت اور سوگ میں ہوتی ہے تو اس کو زیورات پہننا یا بھڑکیلے اور شوخ کپڑے پہنا بھی ناجائز ہے۔ اس لئے صرف ناک کی لونگ ہی نہیں بلکہ اس کو تمام زیور اتار دینا چاہئے۔ ۴: سفید دوپٹہ تو کوئی ضروری نہیں البتہ سادہ لباس اور سادہ دوپٹہ اور جوڑے استعمال کئے جائیں۔

س:...... کیا ایک عورت پر ساس سسر کی خدمت کرنا فرض ہے، جبکہ ساس وغیرہ جسمانی طور پر تندرست ہوں تو اس کا اس عورت کو ثواب ملے گا یا نہیں؟ اور اگر عورت اپنے شوہر کے کہنے پر سسرال والوں کی خدمت کرنے پر مجبور ہو جبکہ سسرال والوں کا سلوک اس کے ساتھ اچھا نہیں، مگر اس کے شوہر کا سلوک عورت کے ساتھ بہت اچھا ہے، اور بیوی صرف شوہر کی خاطر اچھی بری سننے پر مجبور ہے، جس کی وجہ سے اسے شدید ذہنی پریشانی ہو اور وہ تکلیف میں ہو، اس کا شوہر پر عذاب ہے یا نہیں؟ یا شوہر پر فرض ہے کہ وہ اپنے ماں، باپ، بہن بھائیوں کی خدمت اپنی بیوی سے جبراً کرواسکتا ہے؟ ایسی صورت میں بیوی کیا کرے؟ اسلامی نقطہ نظر میں اس کے لئے کیا حکم ہے؟

ج:...... کسی خاتون پر شرعاً ساس سسر یا سسرال کی خدمت کرنا لازم اور واجب نہیں، یہ شوہر کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے والدین کی خدمت کرے، تاہم اگر کوئی خاتون اپنے شوہر کی دل داری اور ثواب آخرت کے لئے ساس سسر کی خدمت کرے تو یہ اس کے لئے سعادت مندی ہے، بلکہ اس کو ایسا کرنا چاہئے، کیونکہ شوہر کے والدین بھی اب اس کے والدین ہی ہیں۔

ضروری تصحیح

ہفت روزہ ختم نبوت جلد: ۳۶، شمارہ: ۸ میں مندرجہ ذیل مسئلہ میں سہو ہو گیا تھا۔ تصحیح کر کے اسے دوبارہ شائع کیا گیا ہے۔

مرحوم کا ترکہ لواحقین میں کس طرح تقسیم ہو؟

س:...... میرے بیٹے لقمان جمیل ۱۴/ اگست ۲۰۱۶ء کو اس جہانِ فانی سے رخصت ہو گئے۔ مرحوم کے اثاثہ جات، نقد رقم، بینک میں جمع شدہ رقوم اور محکمہ سے ملنے والے فنڈز میں درج ذیل لواحقین کا حصہ بمطابق قرآن وسنت کیا ہوگا؟ خالد جمیل (والد)، ریحانہ پروین (والدہ)، مبریرہ لقمان (بیوی)، سلمان خالد (بھائی)، کامران انصاری (بھائی)، شابان خالد (بھائی)۔

ج:...... بصورت مسئولہ نعمان جمیل مرحوم نے بوقت انتقال محکمہ سے ملنے والے فنڈ کے علاوہ جو کچھ اثاثہ جات، نقد رقم، بینک میں جمع شدہ رقوم وغیرہ چھوڑے ہیں، یہ سب کی سب چیزیں شرعاً مرحوم کا ترکہ کہلاتا ہے، ان تمام اشیاء کی مجموعی قیمت بارہ حصوں پر تقسیم ہوگی، جس میں سے تین حصے مرحوم کی بیوہ کو دو حصے والدہ کو اور سات حصے مرحوم کے والد کو ملیں گے۔ بھائیوں کو مرحوم کے ترکہ میں سے کچھ نہیں ملے گا۔

جہاں تک محکمہ سے ملنے والے فنڈ کی بات ہے چونکہ سوال میں اس فنڈ کی کوئی تفصیل مذکور نہیں ہے، اس لئے اس کے بارے میں تفصیلات ذکر کئے بغیر حتمی جواب نہیں دیا جاسکتا۔ ہٰذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ ختم نبوت

مجلس ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۶ — ۲ تا ۸ رجب المرجب ۱۴۳۸ھ مطابق یکم تا ۷ را پریل ۲۰۱۷ء — شمارہ:۱۳

اس شمارے میں!

...کیا نصابِ زکوٰۃ میں تبدیلی کی گنجائش ہے؟	۵	محمد اعجاز مصطفی
اسلام امن وسلامتی کا دین ہے...	۹	ڈاکٹر صہیب احمد شکیل احمد
شرفِ انسانیت کا معیار... علم وعمل	۱۲	ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
حضرت عیسیٰؑ کی قبر سے متعلق اہم توضیح	۱۴	مولانا عبدالحمید تونسوی
مرزا قادیانی کا تعارف وکردار (۲۸)	۱۶	حافظ عبیداللہ
معتمد وغیر معتمد تفاسیر (۱۱)	۱۸	مولانا افضل محمد یوسف زئی
حضرت مولانا طوفانی صاحب کا دورہ کراچی	۲۱	رپورٹ: حافظ محمد کلیم اللہ نعمان
اہانت رسول پر ایک صحابیؓ کا طرز عمل	۲۶	مولانا زاہد الراشدی

سرپرست

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفی

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین وآرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

بنیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطی، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019

AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018

Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi

Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶ ، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶

Hazori Bagh Road Multan

Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:

35,Stockwell Green

London, SW9 9HZ U.K

Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت

حدیث قدسی ۱۳: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل میں ایک شخص نے ننانوے آدمیوں کو قتل کیا تھا، پھر توبہ کی فکر میں نکلا اور لوگوں سے پوچھتا پھرا یہاں تک کہ ایک راہب کے پاس آیا اور اس سے دریافت کیا میں نے ننانوے انسانوں کا خون کیا ہے، میری توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ اس نے کہا: نہیں! اس قاتل نے اس راہب کو بھی قتل کردیا۔

راہب کو قتل کرنے کے بعد اس کو پھر احساس ہوا اور لوگوں سے دریافت کرنے لگا اس کو کسی نے بتایا کہ فلاں بستی میں جا وہاں تیری توبہ قبول ہوگی، یہ اس بستی کی طرف توبہ کی نیت سے چلا لیکن موت نے اس کو پکڑلیا، اس نے اسی حالت میں اپنے سینہ کو اس بستی کی طرف کھسکادیا، جہاں توبہ کے لئے جانا چاہتا تھا، اس شخص کے معاملے میں رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں جھگڑا ہوا، پس اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو حکم دیا جہاں توبہ کے لئے جاتا تھا کہ تو قریب ہوجا اور جس بستی سے چلا تھا اس کو حکم دیا کہ تو دور ہوجا، پھر رحمت اور عذاب کے فرشتوں کو ارشاد ہوا کہ دونوں بستیوں کے درمیان کی زمین کو پیائش کرلو، چنانچہ زمین کی پیائش کی گئی تو توبہ والی بستی ایک بالشت قریب پائی گئی اور اس شخص کو بخش دیا گیا۔ (بخاری، مسلم)

مطلب یہ ہے کہ مرتے وقت جو سینہ کا زور لگا کر تھوڑا سا سینے کو کھسکادیا تھا اور توبہ کی طرف بڑھا تھا وہ حضرت حق کو پسند آگیا اور اس کی مغفرت کردی گئی۔ فرشتوں کے جھگڑے سے مطلب یہ ہے کہ رحمت کے فرشتے چاہتے تھے ہم اس کی روح قبض کریں، کیونکہ توبہ کی نیت کرکے گھر سے نکل چکا ہے اور عذاب کے فرشتے کہتے تھے ہم جان قبض کریں، کیونکہ ابھی اس نے توبہ کی نہیں، جب زمین ناپی گئی تو نزع کی حالت میں جتنا کھسکا تھا، اتنی ہی مقدار توبہ کی بستی قریب نکلی، اس لئے رحمت کے فرشتوں نے جان نکالی۔

حدیث قدسی ۱۴: حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ جنت میں نیک بندے کے درجات بلند کرتا ہے تو بندہ عرض کرتا ہے: الٰہی! یہ درجہ کون سے عمل کے بدلے میں بلند کیا گیا۔ ارشاد ہوتا ہے: تیرے لڑکے کے استغفار کی وجہ سے۔ (احمد)

یعنی مرنے کے بعد جو اولاد اپنے باپ کے لئے دعا کرتی ہے اور مغفرت طلب کرتی ہے تو اس استغفار سے باپ کے درجے جنت میں بلند کردیے جاتے ہیں اور بیٹے کی دعائے مغفرت سے مرے ہوئے باپ کو فائدہ پہنچایا جاتا ہے۔

اذان

س:… اذان دینے کے یہ کلمات کیا ہیں اور ان کے ادا کرنے کی ترتیب اور طریقہ کیا ہے؟

ج:… اذان دینے والا موذن قبلے کی طرف منہ کرکے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں دونوں کانوں میں ڈال کر بلند آواز سے درج ذیل طریقے سے یہ کلمات ٹھہر ٹھہر کر کہے، پہلے چار مرتبہ "اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر" کہے پھر "اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ" کہہ کر پہلی مرتبہ رُکے پھر دوبارہ "اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ" کہے، پھر "اشھد ان محمد رسول اللّٰہ" پہلی مرتبہ کہہ کر رُکے، پھر دوبارہ "اشھد ان محمد رسول اللّٰہ" کہے، پھر سیدھی طرف صرف گردن گھما کر "حی علی الصلوۃ" پہلی مرتبہ کہہ کر گردن کو پھر قبلہ رُخ کرلے اور اسی طرح سیدھی طرف گردن گھما کر دوبارہ "حی علی الصلوۃ" کہے۔ پھر الٹی طرف صرف گردن گھماتے ہوئے "حی علی الفلاح" پہلی مرتبہ کہہ کر رُکے اور گردن کو قبلہ رُخ کرلے، پھر اسی طرح دوسری مرتبہ الٹی طرف صرف گردن گھماتے ہوئے دوبارہ "حی علی الفلاح" کہے، پھر گردن کو قبلہ رُخ رکھتے ہوئے دو مرتبہ "اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر" کہے پھر "لا الٰہ الا اللّٰہ" ایک مرتبہ کہے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے آج تک اذان دینے کا یہی طریقہ مسلمانوں میں متعارف ہے) صرف فجر کی نماز کے وقت کے اعلان میں "حی علی الالفلاح" کے بعد گردن کو قبلہ رُخ رکھتے ہوئے دو مرتبہ "الصلوۃ خیر من النوم" بھی کہے۔ اس کے بعد دو مرتبہ "اللّٰہ اکبر" اور ایک مرتبہ "لا الٰہ الا اللّٰہ" کہے۔

س:… کیا نماز کے وقت کے اعلان کے لئے اذان کا کہا جانا ضروری ہے؟

ج:… جی ہاں! اگر مسلمانوں کا معاشرہ اذان کو بالکل ترک کردیتا ہے تو پورا کا پورا معاشرہ گناہگار ہوگا، نیز اگر بغیر اذان مسجد میں باجماعت نماز پڑھی گئی تو نماز تو ہوجائے گی لیکن بغیر اذان کے کہلائے گی اور گناہ ہوگا۔

س:… کیا نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے اذان دی جائے تو وہ کافی ہوگی؟

ج:… نہیں! نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد پوری اذان کو دوبارہ کہنا ہوگا۔

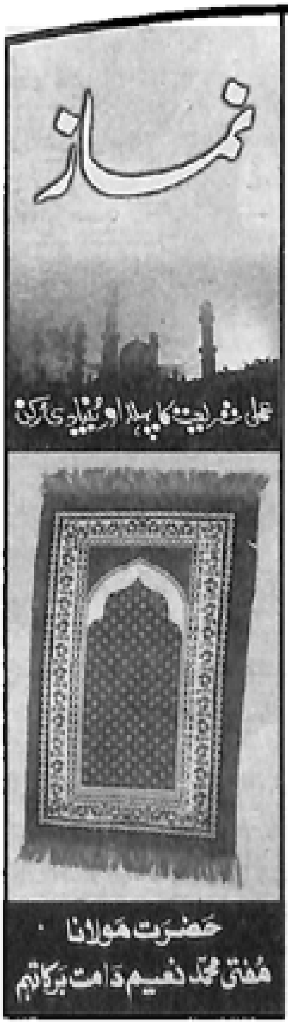

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

سونا اور چاندی کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ کی بناپر

کیا نصابِ زکوٰۃ میں تبدیلی کی گنجائش ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے حضرت مولانا منظور احمد نعمانی قدس سرہ کی تصنیف ''معارف الحدیث'' جلد چہارم پر تبصرہ لکھا تھا اور اس میں صاحبِ کتاب نے ایک نوٹ لکھا تھا کہ: ''حضرات علماء کے لیے یہ بات قابل غور ہے کہ اَب جب کہ روپے کی قیمت اور حیثیت زمانۂ نبوت کے درہم کے مقابلے میں بھی بہت ہی کم رہ گئی ہے، بلکہ ہمارے ہی ملک میں اَب سے پچیس سال قبل روپے کی جو قیمت اور مالیت تھی، اس کا بھی صرف دسواں حصہ یا اس سے بھی کم ہوگئی ہے۔ تو اس صورت میں زکوٰۃ کا نصاب کم سے کم کیا ہوگا۔'' (ص:۳۶) اور اِس پر ایک ''متجدد'' معاصر نے یوں ''گرہ'' لگائی ہے: ''یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے، جب معاشی حالات کی تبدیلی کی وجہ سے نصابِ زکوٰۃ میں تبدیلی کی ضرورت محسوس کی گئی ہے تو آج جب اِجتماعی حالات بہت زیادہ ہوگئے ہیں تو کیا اس کی ضرورت نہیں کہ زکوٰۃ کے مصرف میں مناسب تبدیلیاں کی جائیں؟'' (ماہنامہ فکرونظر، راولپنڈی، فروری ۱۹۶۸ء)۔ ''حضرت شہیدؒ نے علمی دلائل سے بھرپور اس نکتۂ نظر کو یکسر مسترد کردیا کہ حالات وواقعات اور دلائل اور معاشی تنگیوں کی وجہ سے نصابِ زکوٰۃ میں کوئی تبدیلی کی جاسکتی ہے۔ حضرت شہیدؒ کی یہ علمی اور دلائل وبراہین سے بھرپور تحریر ملاحظہ فرمایئے:

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدفیضہم نے چند سال قبل جو تشریحِ حدیث کا سلسلہ شروع فرمایا تھا، اُس کی تین جلدیں کتاب الایمان، کتاب الاخلاق و الرقاق اور کتاب الصلوٰۃ پر مشتمل تھیں، جو قبولیت عام سے مشرف ہیں۔

زیرِ نظر جلد اسی بابرکت سلسلہ کی چوتھی کڑی ہے، جو ارکانِ ثلاثہ (زکوٰۃ، روزہ، حج) کی اَحادیث کے ترجمہ وتشریح کے لیے وقف ہے۔

اَگرچہ اُمت مرحومہ اِس وقت متعدد اَمراض کا شکار ہے، لیکن اُمت کا اَصل مرض مولانا محترم کی تشخیص کے مطابق آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے رابطہ ایمان کا کمزور پڑجانا ہے، اِسی کے علاج کے لیے اِرشاداتِ نبوت سے یہ ''نسخۂ شفا'' مرتب کیا جارہا ہے۔ اَحادیث کے اِنتخاب، ترتیب، ترجمہ اور تشریح میں متکلمانہ یا فقیہانہ نہیں بلکہ عصری مزاج کے عین مطابق خالص داعیانہ اَنداز اِختیار کیا گیا ہے، کتاب کے مطالعہ سے فرموداتِ نبویہ دل کی گہرائیوں میں اُترتے چلے جاتے ہیں اور ایمان وعمل اور یقین ومحبت میں اِضافہ ہوتا ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مولانا موصوف اِس کارِ خیر کے لیے موفق من اللہ ہیں۔ حق تعالیٰ موصوف کی صحت وعمر میں برکت فرمائے تاکہ وہ اس مفید سلسلے کو جاری رکھ سکیں۔ آمین!

شریعت مطہرہ نے وجوبِ زکوٰۃ کے لیے مال کی ایک خاص مقدار مقرر کی ہے، جسے ''نصابِ زکوٰۃ'' کہا جاتا ہے۔ مصنف محترم نے حکیم الامۃ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس کی حکمت اِس طرح نقل فرمائی ہے:

''پانچ وَسق (۳۰ من) کھجوریں ایک مختصر گھرانے کے سال بھر کے گزارے کے لیے کافی ہوجاتی تھیں، اِسی طرح دوسو درہم میں سال بھر کا خرچ چل سکتا تھا اور مالیت کے لحاظ سے قریب قریب یہی حیثیت پانچ اُونٹوں کی ہوتی ہے، اِس لیے اِس مقدار کے مالک کو خوش حال اور صاحبِ مال قرار

دے کر زکوٰۃ واجب کر دی گئی۔“

اس پر مولانا محترم نے یہ نوٹ دیا ہے:

”حضراتِ علماء کے لیے یہ بات قابل غور ہے کہ اَب جب کہ روپے کی قیمت اور حیثیت زمانہ نبوت کے درہم کے مقابلے میں بھی بہت ہی کم رہ گئی ہے، بلکہ ہمارے ہی ملک میں اَب سے پچیس سال قبل روپے کی جو قیمت اور مالیت تھی، اس کا بھی صرف دسواں حصہ یا اس سے بھی کم ہوگئی ہے۔ تو اس صورت میں زکوٰۃ کا نصاب کم سے کم کیا ہوگا۔“ (ص:۳۶) اور اس پر ایک ”متجدد“ معاصر نے یوں ”گرہ“ لگائی ہے: ”یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے، جب معاشی حالات کی تبدیلی کی وجہ سے نصاب زکوٰۃ میں تبدیلی کی ضرورت محسوس کی گئی ہے تو آج جب اِجتماعی حالات بہت زیادہ ہوگئے ہیں تو کیا اس کی ضرورت نہیں کہ زکوٰۃ کے مصرف میں مناسب تبدیلیاں کی جائیں؟“ (ماہنامہ فکر ونظر، راولپنڈی فروری ۱۹۶۸ء)۔“

نصاب یا مصارفِ زکوٰۃ میں ”مناسب تبدیلی“ پر غور کرنے سے پہلے اس اُصولی مسئلہ پر غور کرلیا جانا ضروری ہے کہ شریعت مطہرہ نے عبادات کے لیے جو مخصوص شکلیں اور مقداریں صاف طور پر مقرر کر دی ہیں، کیا کسی ظاہری مصلحت کے پیش نظر اُن میں ردّوبدل کیا جاسکتا ہے؟ مثلاً نماز کے اوقات، تعدادِ رکعات، رُکوع وسجود، یا دیگر اَرکان وشرائط میں اِجتماعی حالات کے مطابق ”مناسب تبدیلیاں“ کی جاسکتی ہیں؟ کیا فرض روزوں کی تعداد، مقدار یا اوقات کو بدلنا صحیح ہے؟ کیا حج کے زمان ومکان اور شرائط وارکان میں وقتی حالات کی بنا پر تغیر جائز ہے؟ کیا نکاح کے قیود وشرائط کے ردّوبدل پر غور کیا جاسکتا ہے؟ کیا شریعت کے قطعی حلال و حرام اُمور میں بدلے ہوئے معاشی اور اِجتماعی حالات کی وجہ سے ”مناسب تبدیلی“ ممکن ہے؟

جہاں تک ہمارے ناقص علم وفہم کی رسائی ہے، اِس قسم کی خودساختہ مصلحتوں کی بنا پر اَحکامِ شرعیہ میں تبدیلی کی تجویز عقلاً ونقلاً غلط ہے۔ حق تعالیٰ نے جن اُمور کے لیے خاص حدیں قائم کی ہیں، جن شرائط کو لازم کیا ہے، جو مقداریں قطعی طور پر مقرر کر دی ہیں، حلال وحرام اور جائز وناجائز کے بارے میں جو واضح فیصلے دیے ہیں۔ اُن میں اَدنیٰ سے اَدنیٰ تبدیلی کی گنجائش نہیں، اَحکامِ اِلٰہیہ کو بدل دینے کا حق آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں دیا گیا، چہ جائیکہ کسی اَدنیٰ اُمتی کی عقل نارسا کو یہ منصب تفویض کر دیا جاتا۔ ارشادِ خداوندی ہے:

”قُلْ مَا يَكُونُ لِيٓ أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيٓ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحٰٓى إِلَيَّ، إِنِّيٓ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ“ (سورۂ یونس:۱۵)

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیجیے! یہ میرے بس کی بات نہیں کہ میں اسے از خود بدل ڈالوں، میں تو صرف اس حکم کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پاس بھیجا جاتا ہے، اگر میں اَپنے رب کی بے حکمی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا اَندیشہ ہے۔“

غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ شرائع اِلٰہیہ کے مقابلے میں مصلحت تراشی کا یہی مرض تھا جس نے اُممِ سابقہ کو غارت اور پہلی شریعتوں کو مسخ کیا۔ حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اَسبابِ تحریف پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”من جملہ اَسبابِ تحریف کے ”استحسان“ ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ ایک شخص یہ دیکھ کر کہ شارع نے ہر حکمت کے مناسب وضع کا حکم دیا ہے، ہمارے ذکر کردہ بعض اسرارِ تشریع کو سامنے رکھے اور پھر اَپنی خودتراشیدہ مصلحت کے مطابق لوگوں کے لیے اَحکام وضع کرنے لگے، جیسا کہ یہود نے جب یہ دیکھا کہ شارع نے خاص جرائم کے لیے خاص نوعیت کی جو سزائیں مقرر کی ہیں، اُن کا مقصد گناہوں سے باز رکھنا اور اِصلاح کرنا تھا اور اَب (ہمارے بدلے ہوئے حالات میں ان اَحکام پر یہ مصلحت مرتب نہیں ہوتی بلکہ اس کے برعکس) رجم سے اِختلاف اور جنگ وجدال برپا ہوتا ہے اور اس میں بجائے اِصلاح کے شدید فساد ہے تو اُنہوں نے رجم کے بجائے منہ کالا کرنے اور کوڑے لگانے کی سزا مناسب سمجھی۔

فبين النبي صلى الله عليه وسلم انه تحريف ونبذ لحكم الله المنصوص في التوراة بآرائهم. (حجۃ اللہ البالغہ ص:۱۲۱، ج:۱، طبع منیریہ)

”چناں چہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا کہ یہود کا یہ طرزِ عمل تحریف، اور محض اپنی رائے سے تورات کے منصوص حکم خداوندی کو پس پشت ڈالنا تھا۔“

معاشی اور اجتماعی حالات کی آڑ میں آج اگر زکوٰۃ کے نصاب اور مصارف میں ”مناسب تبدیلیاں“ کر دی جائیں، کل روزے پر نظرِ عنایت ہونے لگے اور پرسوں نماز پر غور کیا جانے لگے تو سوچنا چاہیے کہ کیا چند دن بعد ہماری شریعت کا حلیہ بھی اسی طرح نہیں بگڑ جائے گا جس طرح یہود و نصاریٰ کی بدعقلی نے اُن کی شریعتوں کو برباد کیا تھا؟ یہی وجہ ہے کہ اَحکامِ منصوصہ میں تبدیلی کو حکمائے اُمت نے کبھی برداشت نہیں کیا۔ مکہ و مدینہ اور حجازِ مقدس کی جو زمینیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اِسلام کے زیرِ نگیں آ چکی تھیں، ان کے بارے میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”فلا یزاد ولا ینقص، لانه شیء قد جریٰ علیه حکم رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم، فلا یحل للامام ان یحوله عنها.“ (کتاب الخراج، ص:۵۸)

”اُن میں کمی بیشی اور ردّ و بدل نہیں کیا جا سکتا ہے، اِس لیے کہ یہ ایک ایسی چیز ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ صادر ہو چکا ہے، اس لیے امام کے لیے یہ جائز نہیں کہ اسے بدل ڈالے۔“

ممکن ہے یہاں یہ کہا جائے کہ جب ہمیں کسی حکم شرعی کی مصلحت معلوم ہے، اگر کسی وقت وہ مصلحت اس پر مرتب نہ ہو تو اس حکم خداوندی کو ہٹا کر اس کے بجائے کیوں نہ ایسا حکم نافذ کر دیا جائے، جس پر وہ مصلحت مرتب ہو سکے۔ یہی وہ شبہ ہے جسے بعض لوگ نصوصِ قطعیہ کی قطع و برید کے جواز کے لیے بڑی آب و تاب سے پیش کیا کرتے ہیں۔ وہ ہر حکم شرعی کی اِدھر اُدھر سے کوئی نہ کوئی مصلحت ڈھونڈ لاتے ہیں اور پھر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ چوں کہ خدا کا یہ حکم مصلحت کو پورا نہیں کرتا، اس لیے اس کا بدل ڈالنا ہی عین تقاضائے اِسلام ہے، لیکن یہ شبہ صریح مغالطہ پر مبنی ہے۔

اِن مصلحت تراشوں سے دریافت کیا جائے کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ جو مصلحت آپ نے تجویز کی ہے، وہ شارع کی نظر میں بھی کوئی وزن رکھتی ہے؟ عقل جب خواہشِ نفس سے ہم رشتہ ہوتی ہے تو بسا اوقات مفاسد کو مصالح کی شکل میں جنم دیتی ہے، اس لیے ہوسکتا ہے کہ آپ کی تجویز کردہ مصلحت واقعہ کے اِعتبار سے مصلحت نہ ہو بلکہ مفسدہ ہو۔ پھر اِنسانی عقل کے لیے اَحکامِ شرعیہ کے تمام مصالح کا اِحاطہ کب ممکن ہے؟ اگر کسی حکم شرعی کی ایک آدھ مصلحت معلوم بھی ہوگئی تو اس کی کیا ضمانت ہے کہ اس کے علاوہ حکم شرعی میں اور کوئی مصلحت نہیں؟

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ جنہیں شریعت کے اسرار و حکم کا امام تسلیم کیا گیا ہے، کتنی صفائی سے اس میدان میں اِنسانی عقل کی درماندگی کا اِعتراف کرتے ہیں:

” ولااستوعب المذکور جمیع ماھو مکنون فی صدورنا من اسرار الشریعة...... ولا استوعب ما جمع اللہ فی صدورنا جمیع ماانزل علی قلب النبی صلی اللہ علیه وسلم، وکیف یکون لمورد الوحی ومنزل علی قلب النبی صلی اللہ علیه وسلم، وکیف یکون لمورد الوحی ومنزل القران نسبة مع رجل من امته. ھیھات ذالک. ولااستوعب ما جمع اللہ فی صدره صلی اللہ علیه وسلم جمیع ما عند اللہ تعالیٰ من الحکم والمصالح المرعیة فی احکامه تعالیٰ، وقد اوضح عن ذالک الخضر علیه السلام حیث قال: ”مانقص علمی علمک الا کمانقص ھذا العصفور من البحر. فمن ھذا الوجه ینبغی ان یعرف فخامة امر المصالح المرعیة فی الاحکام الشرعیه وانها لامنتھی لها، وان جمیع ما یذکر فیها غیر واف بواجب حقها ولا کاف بحقیقة شانها.“ (حجۃ اللہ البالغہ، ص:۲۰۴، ج:۲)

”وہ تمام اَسرارِ شریعت جو ہمارے سینے میں محفوظ ہیں، اس کتاب (حجۃ اللہ) میں نہیں سما سکے...... پھر جو اَسرار ہمارے سینے میں جمع ہیں، وہ ان تمام اَسرار کو محیط نہیں جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اَطہر پر نازل کیے گئے، جس ذاتِ قدسی صفات صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اور قرآن نازل ہوا

اُس کے ساتھ اُمت کے کسی معمولی فرد کو آخر کیا نسبت ہوسکتی ہے؟ قطعاً کوئی نسبت نہیں! پھر جو اسرار آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں اللہ تعالیٰ نے جمع کیے تھے، وہ ان تمام اسرارِ الٰہیہ پر حاوی نہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اَحکام میں ودیعت فرمائے ہیں، اس اَمر کو حضرت خضر علیہ السلام نے واضح کیا، چناں چہ آپ نے موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کرکے فرمایا: ’’میرے اور تیرے (اور اوّلین وآخرین کے) علوم کی نسبت علم اِلٰہی کے مقابلے میں اِتنی بھی نہیں، جو سمندر کے مقابلے میں اس چڑیا کی چونچ میں اُٹھائے ہوئے قطرۂ آب کی ہے۔‘‘ یہیں سے معلوم کرنا چاہیے کہ اَحکامِ شرعیہ میں جن مصالح کی رعایت رکھی گئی ہے، اُن کا معاملہ کس قدر عظیم الشان ہے اور یہ کہ ان مصالح کے لیے کوئی نہایت نہیں اور یہ کہ ان مصالح کے باب میں جو کچھ بھی بیان کیا جائے اُس سے نہ تو اُن کا حق واجب اَدا ہوتا ہے، نہ اُن کی حقیقت تک رسائی ممکن ہے۔‘‘

پوری اُمت کا مجموعی علم بھی اَنبیاء کرام علیہم السلام کے علم سے وہ نسبت نہیں رکھتا جو ذرہ کو آفتاب سے ہوسکتی ہے۔ جب اَنبیاء کرام علیہم السلام کے لیے بھی اَحکامِ شرعیہ کے اسرار و حکم اور فوائد و مصالح کا اِحاطہ ممکن نہیں تو کسی اُمتی کے لیے کب زیبا ہے کہ کسی حکم شرعی کی قطعی مصلحت کا دعویٰ کرے اور پھر اس کی بنیاد پر حق تعالیٰ کے حکم کو پس پشت ڈالنے کے لیے آمادہ ہوجائے۔

اَلغرض حکمائے اُمت نے اس تصور کو کبھی جائز نہیں رکھا کہ شریعت کے منصوص اَحکام کے لیے اَپنی طرف سے ایسی علت یا حکمت تراش لی جائے، جس سے اَحکامِ شرعیہ کا باطل ہونا لازم آئے۔

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ’’باب الفرق بین المصالح والشرائع ‘‘ میں اس کی تصریح فرمائی ہے کہ جن اُمور کے لیے شریعت مطہرہ نے مخصوص ہیئت، مخصوص وضع، مخصوص مقدار اور مخصوص شکل متعین فرمادی ہیں اور جنہیں علم الشرائع والحدود والفرائض کہا جاتا ہے، ان میں یہ مخصوص وضع اور مقدار ہی مقصود بالذات ہے، حق تعالیٰ کی رضامندی و ناراضی انہی مقادیر پر دائر ہے، وہاں مصالح کا اِعتبار نہیں بلکہ قابل اِعتبار تقدیرات شرعیہ ہیں، شرائع مصالح کے تابع نہیں بلکہ خود مصالح ان مقادیر شرعیہ سے وابستہ ہیں، اگر ان تقدیرات شرعیہ کو ہٹادیا جائے تو تمام مصالح باطل ہوکر رہ جائیں گے، اس کے بعد شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

’’وقد اتفق من یعتد بہ من العلماء علی ان القیاس لا یجری فی باب المقادیر، وعلیٰ ان حقیقۃ القیاس تعدیۃ حکم الاصل الی الفرع، لا جعل مظنۃ مصلحۃ علۃً، او جعل شیء مناسب رکنًا او شرطاً ، وعلیٰ انہ لا یصلح القیاس لوجود المصلحۃ، ولکن لوجود علۃ مضبوطۃ اویر علیہا الحکم. فلا یقاس مقیم بہ حرج علی المسافر فی رخص الصلوٰۃ والصوم، فان دفع الحرج مصلحۃ الترخیص لا علۃ القصر والافطار، وانّما العلۃ ھی السفر.‘‘ (حجۃ اللہ البالغہ، ص:۱۳۰، ج:۱)

’’قابل شمار علماء کا اِس پر اِتفاق ہے کہ مقادیر کے باب میں قیاس نہیں چلتا اور اس پر بھی اِتفاق ہے کہ قیاس کی حقیقت منصوص کے حکم کو غیر منصوص کی طرف متعدی کرنا ہے، کسی مظنہ مصلحت کو علت یا کسی مناسب چیز کو رکن یا شرط قرار دے لینا قیاس نہیں (بلکہ تحریف ہے) اور اس پر بھی اِتفاق ہے کہ محض وجودِ مصلحت کی بنا پر قیاس صحیح نہیں بلکہ ایسی منضبط علت کے وجود پر قیاس ہوگا جس پر حکم کا مدار ہو۔ مثلاً ایک مقیم کو کتنا ہی حرج لاحق ہو، لیکن نماز اور روزے کی رُخصتوں میں اسے مسافر پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے، اس لیے کہ دفع حرج رُخصت کی مصلحت ہے، مگر قصر و افطار کی علت نہیں، اس کی علت صرف سفر ہے۔‘‘

خلاصہ یہ کہ باتفاقِ اُمت ’’محض قیاس آرائی اور مصلحت تراشی کے ذریعہ شریعت کے منصوص اَحکام میں ردّ و بدل جائز نہیں، نہ وہاں مصالح کے ترتب وعدم ترتب کا سوال ہے۔ شریعت نے سفر میں قصر و افطار کا حکم کیا ہے، اَب مسافر کو کسی قسم کا حرج نہ لاحق ہو تب بھی یہ حکم باقی رہے گا اور مقیم کو ہزار حرج لاحق ہوں تب بھی اُسے دفع حرج کے لیے یہ رُخصت نہیں دی جاسکتی، البتہ اگر خود شارع کی جانب سے تصریح کردی جائے کہ فلاں حکم کی علت مقصودہ فلاں مصلحت ہے اور یہ حکم محض

(باقی صفحہ 23 پر)

اسلام امن وسلامتی کا دین ہے، دہشت گردی کا نہیں

ڈاکٹر صہیب احمد شکیل احمد خان

دورِ حاضر کے ذرائع ابلاغ دہشت گردی کا لفظ بکثرت استعمال کر رہے ہیں اور بعض سیاسی عناصر یہ ثابت کرنے کی ناپاک کوشش بھی کر رہے ہیں کہ نعوذ باللہ! اس کا رشتہ اسلام سے ہے، جبکہ تشدد اور اسلام میں آگ اور پانی جیسا بیر ہے، جہاں تشدد ہو وہاں اسلام کا تصور نہیں کیا جا سکتا ہے، اسی طرح جہاں اسلام ہو وہاں تشدد کی ہلکی پرچھائیں بھی نہیں پڑ سکتیں۔ اسلام امن وسلامتی کا سرچشمہ اور انسانوں کے مابین محبت اور خیر سگالی کو فروغ دینے والا مذہب ہے، جس کی بابت اللہ رب العزت خود فرماتا ہے:

"یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّیْطٰنِ" (البقرۃ:۲۰۸)

ترجمہ: "اے مومنو! امن وسلامتی میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی تابعداری نہ کرو۔"

اسی طرح دوسرے مقام پر کچھ یوں حکم دیتا ہے:

"وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِھَا" (الاعراف:۵۶)

ترجمہ: "اور زمین میں اس کی درستگی کے بعد فساد مت پھیلاؤ۔"

جبکہ تشدد کا خمیر ظلم وجور اور وحشت سے اٹھتا ہے اور خونریزی وغارت گری سے اس کی کھیتی سیراب ہوتی ہے۔ کائنات کے جملہ ادیان ومذاہب میں انسانی جان کے احترام ووقار اور امن واطمینان کے ساتھ زندگی گزارنے کے حق کو اولیت دی گئی ہے، الحمد للہ! اس سلسلے میں اسلام کا درجہ سب سے عظیم ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِہٖ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ" (الانعام:۱۵۱)

ترجمہ: "اور جس کا خون کرنا اللہ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو، ہاں! مگر حق کے ساتھ۔ ان کا تم کو تاکیدی حکم دیا ہے، تاکہ سمجھو۔"

ان واضح اسلامی تعلیمات کے فیض سے دنیا میں انسانی جان کے تحفظ کا حیرت انگیز منظر سامنے آیا اور دنیا میں بڑی بڑی سلطنتوں کے اندر انسانی جان کی ناقدری کے خوفناک واقعات اور ہولناک تماشوں کے سلسلے اسلام کی آمد کے بعد موقوف ہو گئے اور دہشت وخونریزی سے عالم انسانیت کو نجات ملی، انہیں تعلیمات کے باعث ایک مختصر مدت میں عرب جیسی خونخوار قوم تہذیب وشرافت کے سانچے میں ڈھل گئی اور احترام نفس وامن وسلامتی کی علمبردار ہو کر دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل گئی، جس کا نقشہ قرآن کریم نے کچھ اس طرح کھینچا ہے:

"وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا" (آل عمران:۱۰۳)

ترجمہ: "اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر پہنچ چکے تھے تو اس نے تمہیں بچا لیا۔"

آج انہیں اسلامی اقدار کو بدنام کرنے کی ہر چہار جانب کوششیں جاری ہیں۔ مذہب اسلام نے تشدد ودہشت گردی کی ہمیشہ مخالفت کی ہے اور امن وسلامتی کو فروغ دینے کی تلقین کی ہے۔ اسلام کسی بھی قسم کی دہشت گردی یا ظلم وتعدی کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق ظلم کا بدلہ تو لیا جا سکتا ہے، لیکن اگر مظلوم تجاوز کر گیا تو وہ بھی ظالم کی صف میں آ جائے گا۔ ارشاد ربانی ہے:

"وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا إِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ"

ترجمہ: "اور ان سے اللہ کی راہ میں لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو، اللہ زیادتی کرنے والوں کو نہیں پسند کرتا۔" (البقرۃ:۱۹۰)

اسی سورت میں آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے اس بات سے بھی باخبر کر دیا کہ بدلے کا معیار کیا ہونا چاہیے، ارشاد ہے:

"فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْہِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ" (البقرۃ:۱۹۴)

ترجمہ: "جو تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر اسی طرح زیادتی کرو جو تم پر کی اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔"

یعنی بدلہ لیتے وقت یہ بات ملحوظ رہے کہ اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے اور اس کی گرفت بہت سخت ہے۔
دہشت گردی اور تشدد کے سلسلے میں اسلام کا موقف بالکل صاف اور واضح ہے کہ اسلام قتل ناحق کا مخالف ہے، جس کی وعید قرآن کریم کچھ اس طرح بیان کرتا ہے:

"مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا۔" (المائدۃ:۳۲)

ترجمہ: "جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو، قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا۔"

اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

"اکبر الکبائر عند اللّٰہ الاشراک باللّٰہ وقتل النفس وعقوق الوالدین۔" (البخاری)

ترجمہ: "اللہ کے ساتھ شرک کرنا یا کسی کو قتل کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا اللہ کے نزدیک گناہ کبیرہ ہے۔"

آج اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ مسلمان پوری کائنات میں اپنی دہشت گردی کے ذریعہ اسلام پھیلانا چاہتے ہیں، جبکہ قرآن نے خود ان کے ان باطل افکار کی تردید کی ہے:

"لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ۔" (البقرۃ:۲۵۶)

ترجمہ: "دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے، سیدھی راہ غلط راہ سے الگ ہو چکی ہے۔"

اسی طرح قرآن کریم دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

"وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ" (الانعام:۱۰۸)

ترجمہ: "اور جو لوگ اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرتے ہیں انہیں گالی مت دو۔"

اسلام مذہبی عقائد اور اشاعت دین کے سلسلے میں نہایت انسان دوست اور بردبار ہے، جبراً کسی پر بھی کوئی چیز تھوپنے کی یا حلق سے اُتارنے کی کسی کو اجازت نہیں دی ہے۔ اگر اسلام کا نام لے کر کہیں اور کبھی کوئی بھی دہشت گردی یا تشدد کا مظاہرہ کرتا ہے تو حقیقت میں وہ مسلمان نہیں ہے، بلکہ مذہب اسلام سے ایک انحراف اور شریعت محمدیہ میں ایک تحریف کا فعل بد ہے، جسے شریعت اسلامیہ کے بدترین استحصال پر محمول کیا جائے گا۔ اسلام اذیت پسندی اور فساد انگیزی کا روادار نہیں۔ اسلام میں صرف مسلم معاشرہ کے اندر کسی بھی اختلاف کو ختم کرنے کے سلسلے میں تشدد سے کنارہ کشی کا حکم نہیں دیا گیا ہے، بلکہ بین الاقوامی سطح یا ایک خطے یا سرزمین پر رہنے والے مختلف مذاہب و ادیان کے لوگوں کے ساتھ بھی اعلیٰ درجے کے حسن اخلاق کی ہدایت دی ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے:

"لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ۔" (الممتحنۃ:۸)

ترجمہ: "جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی نہیں کی اور تمہیں جلاوطن نہیں کیا ان کے ساتھ سلوک واحسان کرنے اور منصفانہ بھلے برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا، بلکہ اللہ تعالیٰ تو انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"

مذہب اسلام نے ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے اور ظالم کے روبرو حق کہنے پر زور دیا ہے اور اُسے ایک حقیقی مومن کا ضروری وصف قرار دیا ہے۔

ختم نبوت کانفرنس محراب پور

محراب پور (حافظ تاج محمد ملک) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت محراب پور کے زیراہتمام 19 فروری 2017ء بروز اتوار بعد نماز عشاء مرکزی جامع مسجد محراب پور میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ کانفرنس کی صدارت حضرت مولانا مفتی محمد یاسین صاحب نے اور نگرانی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت محراب پور کے امیر حضرت مولانا عبدالصمد صاحب نے کی نقابت کے فرائض مولانا تجمل حسین نے سرانجام دیئے۔ کانفرنس بعد نماز عشاء تارات ڈیڑھ بجے تک جاری رہی۔ کانفرنس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے کیا گیا، تلاوت کی سعادت قاری فتح محمد صاحب نے حاصل کی عاشق اظہر صاحب نے حمد و نعت پیش کی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے مرکزی رہنما حضرت مولانا قاضی احسان احمد نے خطاب کیا، اس کے بعد حضرت مولانا محمد رفیق جامی صاحب نے خطاب کیا، مولانا تجمل حسین نے قرارداد پیش کی۔ اختتامی دُعا حضرت مولانا عبدالعلیم گھانگرو صاحب نے کرائی، کانفرنس میں حضرت مولانا سید حماد اللہ شاہ صاحب، حضرت مولانا مفتی ولی اللہ عباسی صاحب سمیت علاقہ بھر کے علماء کرام اور کثیر تعداد میں مسلمانوں نے شرکت کی۔ کانفرنس کی کامیابی کے لئے مقامی امیر حضرت مولانا عبدالصمد صاحب، جنرل سیکریٹری مولانا خالد محمود صاحب، مفتی شاہد صاحب، مولانا محمد ابراہیم صاحب ودیگر جن ساتھیوں نے محنت کی یا جن ساتھیوں نے تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ تمام ساتھیوں کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس کانفرنس کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین۔

اسلام نے جہاں انسانی جان کی حرمت کا اعلان کیا ہے وہیں یہ بھی وضاحت کی ہے کہ فتنہ وفساد برپا کرنے اور انسانوں کا خون بہانے والوں کو معاف بھی نہیں کیا جاسکتا، ارشاد ہے:

’’فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ
وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ‘‘
(الزلزال:۷،۸)

ترجمہ: ’’پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اُسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اُسے دیکھ لے گا۔‘‘

اس کے باوجود دور حاضر میں جب بھی دہشت گردی موضوع بحث بنتی ہے، مغربی دانشور بالعموم اسلامی تحریکوں کو موردِ الزام ٹھہراتے ہیں اور بالخصوص فرشتہ صفت علماء اسلام نشانہ بنائے جاتے ہیں، جبکہ قرآن صریح لفظوں میں بیان کرتا ہے:

’’اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ
الْعُلَمٰٓؤُا اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ‘‘ (الفاطر:۲۸)

ترجمہ: ’’اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں، واقعی اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا ہے۔‘‘

حالانکہ اس سلسلے میں اب تک کوئی مبینہ ثبوت فراہم نہیں کیا جاسکا ہے، اس لئے اسلامی تحریکوں یا اسلامی بیداری کے مخالفین کا یہ رویہ عدل وانصاف کے قطعی منافی ہے۔

دہشت گردی ایک وحشیانہ فعل ہے اور اسلام کے تہذیبی نظام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسلام انسان کو صرف خدا کا خوف دلاتا ہے، لہٰذا وہ کسی انسان کو اس کی اجازت نہیں دے سکتا کہ وہ لوگوں کو اپنا خوف دلائے اور انہیں خوف زدہ کرکے اپنے اغراض و مفادات حاصل کرے۔ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب محمد ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے حکم دیا:

’’فَذَکِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَکِّرٌ لَّسْتَ
عَلَیْہِمْ بِمُصَیْطِرٍ‘‘ (الغاشیۃ:۲۱،۲۲)

ترجمہ: ’’پس آپ نصیحت کردیا کریں (کیونکہ) آپ صرف نصیحت کرنے والے ہیں، آپ ان پر داروغہ نہیں ہیں۔‘‘

معاشرے میں کشیدگی اسلام کو گوارا نہیں، وہ تو ہر قسم کی کشمکش اور چپقلش ختم کرکے ایک پرامن ماحول میں افراد کے درمیان الفت ومودت اور فلاحی کاموں میں اشتراک وتعاون کے مواقع پیدا کرنا چاہتا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

’’وَاذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ
کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ
فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا‘‘

ترجمہ: ’’اور اللہ تعالیٰ کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہوگئے۔‘‘ (آل عمران:۱۰۳)

تاکہ بندگانِ خدا یکسوئی کے ساتھ اپنی اور کائنات کی تخلیق کے مقاصد کی تکمیل میں بے روک ٹوک مشغول ہوجائیں۔ دنیا میں اخلاص اور خدا ترسی کے ساتھ نیک اعمال کرکے آخرت کی کامیابی کا سامان مہیا کریں اور اللہ تعالیٰ کی اس بشارت کے مستحق قرار پائیں:

’’فَمَنْ تَبِعَ ھُدَایَ فَلَا خَوْفٌ
عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ‘‘ (البقرۃ:۳۸)

ترجمہ: ’’تو جو میری راہ پر چلا تو ان پر کوئی ذرا غم نہیں۔‘‘

حاصل کلام یہ ہے کہ اسلامی تاریخ، روایات اور مزاج اس بات کے گواہ ہیں کہ اس نے کبھی دہشت گردی اور تشدد کی اجازت نہیں دی ہے اور دنیا میں جو اس نے عظیم انقلاب برپا کیا وہ اپنے اخلاق حسنہ کے زور پر کیا ہے، جسے ہم صالح اور پرامن انقلاب کا عنوان دے سکتے ہیں۔ ☆☆

ختم نبوت کانفرنس گمبٹ

گمبٹ (مولوی جنید احمد) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گمبٹ کے زیر اہتمام ۲۰ فروری ۲۰۱۷ء بروز پیر بعد نماز عشاء بمقام پھول باغ گمبٹ میں عظیم الشان سالانہ ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ کانفرنس کی صدارت حضرت مولانا نعمت اللہ شیخ جنیجہ نگرانی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گمبٹ کے امیر حکیم عبدالواحد بروہی نے کی اسٹیج سیکریٹری کے فرائض مولانا عبدالصمد شیخ اور گمبٹ کے مبلغ مولانا تجمل حسین نے سرانجام دیئے۔ کانفرنس بعد نماز عشاء تا رات گئے تک جاری رہی کانفرنس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے کیا گیا تلاوت کی سعادت قاری امیر احمد سومرو نے حاصل کی قاری صبغت اللہ پنہور اور حافظ عبدالحق چنہ نے حمد ونعت کے نذرانے پیش کیے۔ کانفرنس سے شیخ الحدیث حضرت مولانا میر محمد میرک، فرزند شہید علامہ ڈاکٹر خالد محمود سومرو مولانا طارق خالد محمود سومرو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے مرکزی مبلغ مولانا قاضی احسان احمد، حضرت مولانا محمد رفیق جامی نے خطاب کیا، حضرت مولانا سائیں عبدالمجیب قریشی اور حضرت مولانا مفتی حفیظ الرحمن نے خصوصی شرکت کی لیکن بسبب قلت وقت کے ان حضرات کے بیانات نہ ہوسکے۔ کانفرنس میں مقررین نے قادیانیت سے بائیکاٹ کا سامعین سے وعدہ لیا اور حکومت سے آل پارٹیز تحفظ ناموس رسالت کانفرنس اسلام آباد میں جاری ہونے والے مشترکہ اعلامیہ پر عملدرآمد کا مطالبہ کیا اور مقررین نے سیہون شریف سمیت ملک عزیز میں ہونے والی دہشت گردی کی شدید مذمت کی۔ کانفرنس میں حضرت مولانا حفیظ اللہ منصور شیخ الحدیث حضرت مولانا نور محمد میمن، قاری حافظ ظہور احمد شیخ، قاری محمد انور منصور سمیت علاقہ کے علماء کرام اور کثیر عوام نے بھرپور شرکت کی شرکائے کانفرنس کے لئے مدرسہ مطلع العلوم رحمانیہ گمبٹ میں طعام کا بندوبست کیا گیا تھا کانفرنس کی کامیابی کے لئے بھائی عبدالسمیع شیخ، بھائی جاوید احمد شیخ، مولوی جنید احمد، قاری محمد اکرم، قاری صبغت اللہ ودیگر ساتھیوں نے بھرپور محنت کی۔ اللہ تعالیٰ ان تمام ساتھیوں کو اور جنہوں نے تعاون کیا سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس کانفرنس کو قادیانیوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنائے۔

شرفِ انسانیت کا معیار

علم و عمل

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ

الحمد للّٰہ رب العلمین، والصلاۃ والسلام علی افضل الانبیاء والمرسلین، وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین!

علم ایک روشنی اور نور ہے جو قدم قدم پر انسان کی رہنمائی کرتا ہے اور اس کے سامنے صراطِ مستقیم کو واضح کرتا ہے۔

اسی علم کی بناء پر حضرت آدم علیہ السلام اور اُن کی اولاد و بنی آدم کو زمین میں خلافت نصیب ہوئی، ارشادِ باری ہے:

"واذ قال ربک للملائکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ." (البقرۃ:۳۰)

ترجمہ: "اور وہ واقعہ قابل ذکر ہے جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ یقیناً میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں۔"

اور اس خلافت کے لیے جن جن علوم کی ضرورت تھی وہ علوم حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سکھلادیے:

"وعلم آدم الاسماء کلھا." (البقرۃ:۳۱)

ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کے نام آدم کو الہام کردیے۔"

اور اسی علم کی فضیلت کی بناء پر حضرت آدم علیہ السلام کو مسجودِ ملائکہ بنایا گیا۔ ارشادِ باری ہے:

"واذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس." (البقرۃ:۳۴)

ترجمہ: "اور جب ہم نے حکم دیا تمام فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کے سامنے تو ان سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہیں۔"

علم جو بھی ہو، جس سے انسانیت کی خدمت ہوتی ہو اسے فضیلت حاصل ہے، لیکن ان سب علوم میں افضل ترین علم وہ ہے جو علم دین یا علم شریعت کہلاتا ہے یا جسے وحی کا علم کہا جاتا ہے، جس علم کو سکھلانے کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت ہوتی ہے، وہ علم جو انسان کو اُس کے رب کی معرفت سکھلاتا ہے، اس کی صفات کمال بتلاتا ہے اور اس کی عبادت کے طریقے اور اس کے ساتھ تعلق جوڑنے کا راستہ بتاتا ہے۔

یہ وہ علم ہے جو نہ صرف انسانوں بلکہ حیوانوں کے بھی حقوق بتلا کر ان کے حقوق اَدا کرنے کی تاکید کرتا ہے، وہ محبت وشفقت کرنے کا حکم دیتا ہے اور جو دیانت وصداقت، شجاعت وسخاوت، اخلاص وایثار، قناعت وعفت جیسی صفات کی تعلیم دیتا ہے۔

یہ علم اور اس کی تفصیلات چوں کہ صرف انسان اپنی عقل کے بل بوتے پر حاصل نہیں کرسکتا اس لیے اس کی تعلیم کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث کیا جاتا رہا اور قرآن کریم نے ان انبیاء کرام علیہم السلام کے فرائض میں تعلیم کو بطورِ خاص ذکر فرمایا ہے، چنانچہ سیّد الانبیاء اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشادِ باری ہے:

"لقد من اللّٰہ اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلو علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین." (آلِ عمران ۱۶۴)

ترجمہ: "واقعی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا جب انہی میں سے ان میں ایک ایسا رسول بھیجا جو ان میں اللہ کی آیتیں تلاوت کرتا ہے اور ان کی زندگی کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے اور بلاشبہ اس رسول کی تشریف آوری سے قبل یہ لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔"

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انما بعثت معلما" مجھے تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔

اسلام نے علم کو جو مقام واہمیت دی ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اُترنے والی سب سے پہلی وحی میں "پڑھئے" کا حکم دیا گیا ہے:

"اقراء باسم ربک الذی خلق. خلق الانسان من علق. اقراء وربک الاکرم. الذی علم بالقلم. علم الانسان مالم یعلم" (علق: ۱-۵)

ترجمہ: "اے پیغمبر! اپنے اس رب کا نام لے کر قرآن پڑھیے، جس نے پیدا کیا، جس نے انسان کو ایک خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ آپ قرآن پڑھیے آپ کا رب بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعہ تعلیم دی، اس نے انسانوں کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا۔"

اور اسی قرآن کریم میں علم اور علماء کی فضیلت مختلف انداز سے بیان کی گئی ہے، سورۂ زمر میں ارشاد ہوتا ہے:

"قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون" (زمر:۹)

ترجمہ: ’’آپ فرمایئے کیا وہ لوگ جو حقیقت آشنا ہیں اور وہ جو حقیقت سے ناواقف ہیں کہیں برابر ہو سکتے ہیں؟‘‘

سورۂ فاطر میں فرمایا گیا:

’’انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء‘‘ (فاطر:۲۸)

ترجمہ: ’’اللہ تعالیٰ سے بس اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو اللہ کی قدرت وعظمت کا علم رکھتے ہیں۔‘‘

اور ظاہر ہے کہ جتنا کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی عظمت کا علم رکھے گا اتنا ہی وہ اس سے ڈرے گا اور یہ چیز علم ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔

پھر دُنیا میں جتنے بھی مفید علوم ہیں جن کے ذریعہ اِنسانیت کی خدمت ہوتی ہے ان کا سیکھنا فرضِ کفایہ ہے، یعنی ان علوم کو بعض اِنسانوں نے سیکھ لیا جس سے اِنسانوں کی ضروریات پوری ہو جاتی ہیں تو ساری اُمت گناہ سے بچ گئی، جیسے کچھ افراد علم طب سیکھ کر ڈاکٹر اور حکیم بن جاتے ہیں، کچھ انجینئر اور دوسرے اہم علوم اور پیشے (فنون) سیکھ لیتے ہیں، اسی طرح دین اِسلام کا تفصیلی علم سیکھنا یہ فرضِ کفایہ ہے، اگر اُمت میں ایسے علماء موجود ہیں اور پیدا ہو رہے ہیں جن سے بوقت ضرورت دین کے باریک اور تفصیلی علوم معلوم کیے جا سکتے ہیں تو یہ فرضِ کفایہ پورا ہو رہا ہے۔

لیکن اس کے ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ جہاں تک دین کی بنیادی چیزوں کا تعلق ہے ان کا سیکھنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے، جیسے اِیمان اور اِیمانیات کا سیکھنا، عبادات جو اس پر فرض ہیں اُن کا سیکھنا، حلال حرام کا سیکھنا، پھر زندگی کے جس شعبے سے ایک مسلمان کا تعلق ہے، اس شعبے سے متعلق اِسلام کے موٹے موٹے مسائل سیکھنا فرض ہے، جیسے اگر ایک مسلمان تجارت پیشہ ہے تو اُسے اتنا علم حاصل کرنا ضروری ہے کہ جس سے وہ تجارت کو اِسلامی اُصولوں پر چلا سکے، یہی وجہ ہے کہ خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایسے شخص کو تجارت کی اِجازت نہیں ملتی تھی جو تجارت کے شرعی مسائل سے واقف نہ ہو۔

علم کے بعد دُوسرا درجہ عمل کا ہے، بغیر عمل کے علم بے کار ہے، اور علم بغیر عمل کے ایسا ہے جیسا درخت بغیر پھل کے ہو، یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام جب اُپنی اُمت کو تعلیم دیتے تو تعلیم کے ساتھ خود بھی اس علم پر عمل کرتے اور اُمت کو بھی عمل کرنا سکھاتے اور ان کی عملی تربیت فرماتے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات میں ایک اہم صفت یہ بیان کی گئی ہے ’’ویزکیھم‘‘ اور وہ ان کا تزکیہ اور تربیت فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو علم نافع اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! ☆☆

مولانا محمد علی صدیقیؒ

عہد شباب میں جب نوجوان دنیا کی رنگینیوں میں مگن ہوتا ہے۔ جب ولولے جوان ہوتے ہیں، امنگیں اپنے عروج پر ہوتی ہیں۔ مستقبل پر نظر ہوتی ہے اور انسان اپنے خوابوں اور خیالات کو حقیقی روپ دینے کے لیے سرتوڑ کوششیں کر رہا ہوتا ہے۔ عین اسی وقت للہ فی اللہ اپنا گھر، اپنا علاقہ، اپنا شہر چھوڑ کر دوسرے شہر میں جانا۔ جہاں سب انجان، جہاں سب پرائے، جہاں سب نامانوس اور یہ کسی مجبوری سے نہیں، کسی ذاتی مفاد کے لیے نہیں، کسی غرض کے لیے نہیں بلکہ تحفظ ختم نبوت کے لیے۔

خود کو وقف کر دینا اور وقف بھی اس طور پر کہ سانس نکل رہا ہے، لیکن گھر اور شہر سے بہت بلکہ کوسوں دور۔ اس حالت میں حوصلے پھر بھی جواں، نگاہیں پھر بھی مشن پر، بات پھر بھی تحفظ کی، اعتماد پھر بھی سمندر سا، گہرائی وہی سمندر والی، اونچائی چاند کی۔

جب ملے ہنس کر ملے۔ دھکے ملے جناب نے پلٹ کر دعا دی۔ دھتکارا گیا، جناب ملتے رہے۔ پھر یوں ہوا لوگوں کی نظریں خود بخود نیچے ہوتی چلی گئیں۔ سخت دھوپ میں تھر کا صحرا ہو یا مرزائیت کے گڑھ کی ٹوٹی پھوٹی بس کی پچھلی نشست، دھکے ہیں، جھپ ہیں، پسینہ ہے۔ لیکن نہ ماتھے پر سلوٹ، نہ ارادے میں تزلزل، نہ تکلیف کا ذکر۔ نہ پریشانی کا اعلان۔ بس چلتے چلے جا رہے ہیں اور ملتے چلے جا رہے ہیں۔ اور ایک پیغام دیتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ معلوم بھی ہے پیغام کیا تھا۔ جی وہی پیغام جس پر قرآن کی آیات، احادیث کے انبار، امت کا اجماع ’’ما کان محمد ابا احد من رجالکم، ولکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین۔‘‘

محبت کی نہ ٹوٹنے والی اور نہ توڑی جانے والی زنجیر بناتے چلے جا رہے ہیں۔ یہی وہ بات تھی کہ خود تو چلے گئے اور پیچھے بہت سوں کو آہ و بکا میں چھوڑ گئے۔ یہ محبت ہی تو تھی کہ ہر آنکھ میں آنسو ہے۔ جب آئے تھے تو کوئی پہچانتا نہیں تھا۔ اور جب گئے ہیں تو کوئی انجان نہ تھا۔ لگ یوں رہا ہے گھر کا فرد چلا گیا۔

یہ تو یاد نہیں ملاقات کب اور کیسے ہوئی، لیکن اتنا یاد ہے، بچپن تھا انگلی پکڑ کر چلنا جناب نے سکھایا۔ جب گرتے جھپٹ کر تھام لیتے۔ گلے لگاتے، ہمت بڑھاتے اور پھر سے چلنا سکھاتے۔ حد تو یہ ہوگئی جب جوانی آئی خود چلنا شروع کیا، اس حالت میں بھی جب گرے پیچھے مڑ کر دیکھا تو تھامنے والے یہی مرد قلندر تھے۔ مربی، مشفق رہے اپنی جگہ ہمارے لیے تو محسن تھے۔ دھوپ میں چھاؤں اور گرمی میں ٹھنڈی ہوا تھے۔

اچانک بیمار ہوئے، دیکھتے ہی دیکھتے ہاتھوں سے نکلتے گئے اور پھر یوں ہوا سب ہاتھ ملتے رہے، حیلے بہانے کرتے رہے۔ سب بے کار، سب ناکارہ، سب بے سود، آج دنیا میں اندھیرا ہے، آج روشنی ماند پڑ چکی۔ لیکن جس بات پر فخر ہے، جس پر ناز ہے وہ یہ کہ جناب آخری وقت تک ختم نبوت کا کام کرتے کرتے جان فدا کر گئے۔

اور اس سے بھلا بڑھ کر بخشش کی کیا بات ہوگی جب ایک درزی نے دس دن تک مرزائیت کے دلائل دیے۔ عشاء کی نماز کے بعد بیٹھتے اور فجر کے وقت اٹھتے۔ قربان جاؤں جناب پر، جب باری آئی تو تین دن میں بساط لپیٹ دی۔ بندہ مسلمان ہوا۔ مٹھائی بٹی اور جناب خاموشی سے چل دیے۔ بھلا ایک بات تو بتاؤ جب بات ختم نبوت کی آئی ہو، وہاں کوئی ہارا بھی ہے؟

مزید پھر سہی، آؤ ایک دعا کرتے ہیں، اللہ رب العزت مولانا محمد علی صدیقی رحمہ اللہ کے نیک کاموں کے صدقے ہماری بھی بخشش فرمائے۔ آمین۔ اسد اللہ مہر

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کے متعلق اہم توضیح

مولانا محمد عبدالحمید تونسوی

اہل اسلام کا متفقہ عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے بغیر باپ کے پیدا فرمایا اور انہیں سولی پر نہیں چڑھایا گیا بلکہ زندہ ہی آسمانوں پر اٹھالیا گیا، قیامت کے قریب وہ آسمان سے زمین پر نازل ہوں گے، ۴۰ یا ۴۵ برس زمین پر رہیں گے، پھر ان کا انتقال ہوگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک میں دفن ہوں گے۔

متعدد روایات میں یہ مضمون وارد ہے کہ اسی حجرہ مبارک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخینؓ کی تین قبور مبارکہ کے ساتھ چوتھی قبر حضرت عیسیٰؑ کی بھی ہوگی اور وہ روز محشر انہی کے ساتھ محشور ہوں گے:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”ینزل عیسیٰ بن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ ویمکث خمسا واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسیٰ بن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر و عمر۔“

(مشکوٰۃ:۵۵۰۸)

”حضرت عیسیٰؑ (قرب قیامت میں، آسمان سے) زمین پر اتریں گے تو وہ نکاح کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی دنیا میں ان کی مدت قیام (تقریباً) پینتالیس (۴۵) برس ہوگی، پھر ان کی وفات ہوجائے گی اور وہ میری قبر یعنی میرے مقبرہ میں میرے پاس دفن کئے جائیں گے۔ (چنانچہ قیامت کے دن) میں اور عیسیٰ ابن مریم دونوں ایک ہی مقبرہ سے ابوبکرؓ اور عمرؓ کے درمیان اٹھیں گے۔“ (مشکوٰۃ:۵۵۰۸)

حضرت عبداللہ بن سلامؓ بیان کرتے ہیں:

”مکتوب فی التوراۃ صفۃ محمد وعیسیٰ ابن مریم یدفن معہ قال فقال ابو مودود و قدبقی فی البیت موضع قبر ھذا حدیث حسن غریب۔“

ترجمہ: ”تورات میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف مذکور ہیں اور (ان میں یہ بھی ہے) حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے ساتھ دفن کئے جائیں گے۔“

(ترمذی، رقم الحدیث:۳۶۱۷)

حضرت عبداللہ بن سلامؓ اپنے آباؤاجداد سے روایت نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”یدفن عیسیٰ علیہ السلام مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، و صاحبیہ فیکون قبرہ الرابع۔“

(معجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث:۳۸۳)

ایک موقع پر حضرت عائشہؓ نے اسی مقام پر اپنے لئے تدفین کی خواہش ظاہر کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا:

”قال: وانی لک ذلک الموضع ما فیہ الاقبری وقبر ابی بکر و عمر، وفیہ عیسیٰ بن مریم علیہما الصلاۃ والسلام۔“

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، رقم الحدیث:۸/۲۲۸)

ترجمہ: ”تیرے لئے یہ کہاں ممکن ہے؟ اس مقام پر تو صرف میری اور ابوبکرؓ اور عمرؓ کی قبریں ہوں گی اور عیسیٰ ابن مریم دفن ہوں گے۔“ (اخبار مدینہ:۱۳۵)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ صاحب لکھتے ہیں:

”حضرت عیسیٰؑ (دوبارہ آسمان سے زمین پر نازل ہوں گے) اس کے بعد آپ کی وفات ہوجائے گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر میں چوتھی قبر آپ کی ہوگی۔“

(ختم نبوت:۱/۲۷۴ بحوالہ الاشاعۃ للبرزنجی، رقم الحدیث:۵۵)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ صاحب (اہل اسلام کے اجماعی عقیدہ کی وضاحت میں) لکھتے ہیں:

”یہودیوں کا یہ کہنا ہے کہ عیسیٰؑ مقتول و مصلوب ہوکر دفن ہوگئے اور پھر زندہ نہیں ہوئے اور ان کے اس خیال کی حقیقت قرآن کریم نے سورۂ نساء کی آیت ”وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم“ میں واضح کردی ہے اور اس آیت میں بھی ومکروا ومکر اللہ....

نصاریٰ کا یہ کہنا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام مقتول و مصلوب تو ہوگئے مگر پھر دوبارہ زندہ کرکے آسمان پر اٹھالئے گئے۔ مذکورہ آیت میں ان کے اس غلط خیال کی بھی تردید کردی اور بتلادیا کہ جیسے یہودی اپنے ہی آدمی کو قتل کرکے خوشیاں منارہے تھے، اس سے یہ دھوکا عیسائیوں کو بھی لگ گیا کہ قتل ہونے والے عیسیٰ ہیں، اس لئے (شبہ لھم) کے مصداق یہودی کی طرح نصاریٰ بھی ہوگئے۔

ان دونوں گروہوں کے بالمقابل اسلام کا وہ عقیدہ ہے جو اس آیت اور دوسری کئی آیتوں میں

وضاحت سے بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہودیوں کے ہاتھ سے نجات دینے کے لئے آسمان پر زندہ اٹھالیا، نہ ان کو قتل کیا جاسکا نہ ہی سولی پر چڑھایا جاسکا، وہ زندہ آسمان پر موجود ہیں اور قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہوکر یہودیوں پر فتح پائیں گے اور آخر میں طبعی موت سے وفات پائیں گے۔

(معارف القرآن:۲/۷۸،۷۹)

حافظ ابن حجرؒ نے اسی عقیدہ پر تمام امت مسلمہ کا اجماع نقل کیا ہے۔(تلخیص الحبیر:۳۱۹)

امام نوویؒ اور علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اس معاملہ میں متواتر ہیں کہ آپؐ نے حضرت عیسیٰؑ کے قبل از قیامت نزول کی خبر دی ہے۔(نووی شرح مسلم:۲/۴۰۳، تفسیر ابن کثیر: بابت آیت: وانہ لعلم للساعۃ ۴۳:۶۱)

عصر حاضر کے علمائے عرب کا فیصلہ بھی اسی کے موافق ہے:

"ذھب اھل السنۃ والجماعۃ الی ان المسیح عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام لم یزل حیاً وان اللّٰہ رفعہ الی السماء وانہ سینزل آخر الزمان عدلاً یحکم بشریعۃ نبینا محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم ویدعوا الی ماجاء بہ من الحق، وعلی ذالک دلت نصوص القرآن والاحادیث الصیحۃ۔"

(فتاویٰ علماء البلد الحرام:۳۶۰، طبع ریاض سعودی عرب)

مگر دور حاضر کے متجدد جاوید احمد غامدی صاحب کا بیان یہ ہے:

"سیدنا مسیحؑ کے بارے میں جو کچھ قرآن سے میں سمجھ سکا ہوں وہ یہ ہے کہ ان کی روح قبض کی گئی اور اس کے فوراً بعد ان کا جسد مبارک اٹھالیا گیا تھا کہ یہود اس کی بے حرمتی نہ کریں۔ یہ میرے نزدیک ان کے منصب رسالت کا ناگزیر تقاضا تھا۔" (ماہنامہ اشراق،۴،۵ اپریل ۱۹۹۵ء)

قارئین کرام! غامدی صاحب کا مذکورہ خود ساختہ نظریہ کتاب وسنت کے سراسر خلاف اور امت مسلمہ کے اجماعی عقیدہ سے متصادم ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور ان کے نزول کا عقیدہ کتاب اللہ کے واضح محکم اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے، جس کا انکار کفر ہے۔

(دیکھئے رسالہ"غامدی صاحب کا منہج فکر"،ص:۵۵،۵۶)

اہم بات:

امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کے کمرے میں جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا، وہاں ایک قبر کی جگہ خالی ہے۔ اس میں حضرت حسن بن علیؓ کو دفن کرنے پر حضرت عائشہؓ بھی راضی تھیں لیکن بنو امیہ مانع ہوئے، پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو دفن کرنے پر بھی آپ راضی تھیں، لیکن انہیں وہ جگہ نہ ملی، پھر حضرت عائشہؓ سے کہا گیا کہ آپ کو یہاں دفن کریں گے مگر اس پر بھی وہ راضی نہ ہوئے بلکہ دوسری ازواج مطہرات کے ساتھ جنت البقیع میں سیدہ عائشہؓ کو دفن کیا گیا، شاید ان سب کاموں میں یہ حکمت تھی کہ یہ جگہ حضرت عیسیٰؑ کی قبر کے لئے ہوگی۔ (اشعۃ اللمعات ۴/۳۷۶، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۸/۳۲۹۲، بابت رقم الحدیث:۵۵۰۸)

"...وقد بقی فی البیت (ای فی حجرۃ عائشۃ (موضع قبر) فقیل بینہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وبین الصدیقین وھو الاقرب الی الادب، وقیل بعد عمر وھوا الظھر، فقد قال الشیخ الجزری: وکذا اخبرنا غیر واحد ممن دخل الحجرۃ، ورای القبور الثلاثۃ علی ھذہ الصفۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم مقدم وابوبکر متاخر منہ راسہ تجاہ ظھر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وبقی موضع قبر واحد الی جنب عمر وقد جاء ان عیسیٰ علیہ السلام بعد لبثہ فی الارض یحج ویعود فیموت بین مکۃ والمدینۃ، فیحمل الی المدینۃ فیدفن فی الحجرۃ الشریفۃ الی جنب عمر فیبقی ھذان الصحابیان الکریمان مصحوبین بین ھذین النبیین العظیمین علیھما الی یوم القیامۃ"

(رواہ الترمذی، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ:۹/۳۶۹۳)

"....واخرج الترمذی من حدیث عبداللّٰہ بن سلام قال مکتوب فی التوراۃ صفۃ محمد وعیسیٰ بن مریم علیھما السلام یدفن معہ قال ابوداؤد احد رواتہ وقد بقی فی البیت موضع قبر وفی روایۃ الطبرانی یدفن عیسیٰ مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وابی بکر و عمر فیکون قبر رابعاً۔" (فتح الباری لابن حجر عسقلانی:۱۳/۳۰۸، تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی:۱۰/۶۳)

مذکورہ دلائل و بینات سے جہاں یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ حضرت عیسیٰ آسمانوں پر زندہ ہیں اور قرب قیامت میں وہ آسمان پر نازل ہوں گے اور تقریباً ۴۵ سال زمین پر رہنے کے بعد ان کا انتقال ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ انور میں حضرات شیخینؓ کے ساتھ مدفون ہوں گے اور حجرۂ عائشہؓ میں چوتھی قبر آپ علیہ السلام کی ہوگی، وہاں اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ منکرین ختم نبوت کا یہ دعویٰ کہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات ہوچکی (نعوذباللہ) اور ان کی قبر سری نگر (کشمیر) میں ہے، سراسر جھوٹ اور غلط ہے۔

(بشکریہ ماہنامہ صدائے فاروقیہ شجاع آباد)

پوری ہوئی یا نہیں، لیکن چلیں ہم فرض کر لیتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے بعض "تکے" لگ بھی گئے تو کیا یہ اس کے سچے ہونے کی دلیل ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں، خود مرزا نے لکھا ہے کہ بعض پیشگوئیاں تو ان لوگوں کی بھی سچی ہوتی ہیں جن پر شیطانی الہام ہوتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

"یاد رہے کہ وہ کاہن جو عرب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے بکثرت تھے ان لوگوں کو بکثرت شیطانی الہام ہوتے تھے اور بعض وقت وہ پیشگوئیاں بھی الہام کے ذریعہ سے کیا کرتے تھے۔ اور تعجب یہ کہ ان کی بعض پیشگوئیاں سچی بھی ہوتی تھیں چنانچہ اسلامی کتابیں ان قصوں سے بھری پڑی ہیں پس جو شخص شیطانی الہام کا منکر ہے وہ انبیاء علیہم السلام کی تمام تعلیموں کا انکاری ہے اور نبوت کے تمام سلسلہ کا منکر ہے۔" (ضرورۃ الامام، رخ13، صفحہ 488)

تو مرزا قادیانی کے نزدیک تو بعض پیشگوئیاں ان کاہنوں اور نجومیوں کی بھی سچی ہو جاتی ہیں جو اپنے اوپر ہونے والے شیطانی الہاموں کے ذریعہ سے پیشگوئیاں کرتے ہیں، تو اگر بالفرض مرزا قادیانی کی کوئی پیشگوئی سچی بھی ہوئی ہو تو عین ممکن ہے وہ اس نے کسی شیطانی الہام کی بناء پر کی ہو، ہاں اگر یہ ثابت کر دیا جائے کہ مرزا قادیانی کی پیشگوئیوں میں سے ایک بھی پیش گوئی کبھی جھوٹی نہیں ہوئی تو پھر مرزائی مربیوں کی دلیل پر بات ہو سکتی ہے کیونکہ بقول مرزا "ناممکن ہے کہ نبیوں کی پیش گوئیاں ٹل جائیں"، اگر کوئی یہ ثابت کر سکتا ہے سامنے آئے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی کذب بیانیاں!

مرزا قادیانی کی عادت تھی کہ اپنے جھوٹے دعووں کو ثابت کرنے کے لئے جھوٹ کا سہارا لیا کرتا تھا، بلکہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی جھوٹ باندھتے ہوئے نہیں شرماتا تھا، نیز اپنی غلط بات کو تقویت دینے کے لئے احادیث کے الفاظ اور مفہوم میں بھی تبدیلی کر دیا کرتا تھا، ہم سب سے پہلے مرزا کی وہ تحریریں پیش کرتے ہیں جو اس نے جھوٹ اور جھوٹوں کی مذمت میں لکھی ہیں، اس کے بعد ہم اس کے قرآن وحدیث پر بولے گئے اور عام جھوٹوں میں سے صرف چند جھوٹ بطور نمونہ پیش کرتے ہیں (اگرچہ کذبات مرزا کی تعداد کہیں زیادہ ہے):۔

مرزا قادیانی کے نزدیک جھوٹ بولنا کیسا؟

"دروغ گو کو خدا تعالیٰ اسی جہاں میں ملزم اور شرمسار کر دیتا ہے۔"

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ، رخ17، صفحات 41،42)

"جھوٹ بولنا مرتد ہونے سے کم نہیں۔"

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ، رخ17 صفحہ 56 حاشیہ)

"جھوٹ بولنا اور گوہ (یعنی پاخانہ۔ ناقل) کھانا ایک برابر۔" (حقیقۃ الوحی، رخ22 صفحہ 215)

"اب دیکھنا چاہیے کہ وہ کنجر جو ولد الزنا کہلاتے ہیں وہ بھی جھوٹ بولتے ہوئے شرماتے ہیں۔" (شحنۂ حق، رخ2 صفحہ 386)

"دروغ گوئی جیسی کوئی لعنتی زندگی نہیں۔" (نزول المسیح، رخ18 صفحہ 380)

"جھوٹ ام الخبائث ہے۔"

(مجموعہ اشتہارات، جلد2 صفحہ 207)

"خدا کی جھوٹوں پر نہ ایک دم کے لئے لعنت ہے بلکہ قیامت تک لعنت ہے۔"

(اربعین نمبر3، رخ17 صفحہ 398)

"جھوٹا آدمی ایک گیند کی طرح گردش میں رہتا ہے۔" (نور الحق، رخ8 صفحہ 137)

"ہمارا ایمان ہے کہ خدا پر افترا کرنا پلید طبع لوگوں کا کام ہے۔"

(اربعین نمبر3، رخ17 صفحہ 406 حاشیہ)

آیئے دیکھتے ہیں یہ سب باتیں کہیں مرزا غلام احمد قادیانی پر تو صادق نہیں آتیں؟

مرزا قادیانی کے قرآن کریم پر بولے گئے چند جھوٹ

قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے کو سب سے بڑا ظالم بتایا ہے، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

﴿فمن اظلم ممن افترىٰ علي اللّٰہ کذباً او کذب بآیاتہ انہ لا یُفلح الظالمون﴾ سو اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو سکتا ہے جو جھوٹ باندھے اللہ پر؟ یا جھٹلائے اس کی آیتوں کو؟ بے شک مجرم (کسی قیمت پر) فلاح نہیں پا سکتے۔ (یونس:17)۔

اسی سورت یونس کی آیات 69 تا 70 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قل ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون . متاع فی الدنیا ثم الینا مرجعھم ثم نذیقھم العذاب الشدید بما کانوا یکفرون﴾ کہو بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کبھی فلاح نہیں پا سکیں گے۔ دنیا کی چند روزہ زندگی میں مزے کر لیں پھر ہماری طرف انہیں پلٹنا ہے اس وقت ہم انہیں سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے اس کفر کے بدلے جس کا وہ ارتکاب کرتے تھے۔

ان آیات کریمہ میں ایک تو یہ بیان ہوا کہ اللہ پر افتراء کرنے والا نقصان میں ہی رہے گا، آخرت میں اس کی فلاح نہیں ہو سکے گی بلکہ سخت عذاب دیا جائے گا، ساتھ ہی یہ بھی بیان فرما دیا کہ ضروری نہیں ہر مفتری کو دنیا میں ہی عذاب دے دیا جائے، بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ دنیا کی زندگی میں عیش وعشرت کے ساتھ رہے لیکن آخرکار اسے لوٹ کر تو اللہ کی طرف ہی جانا ہے پھر وہاں اسے اس کے افتراء پر عذاب شدید ہوگا۔ (جاری ہے)

اب مرزائی مربی سے پوچھیں کہ مرزا نے جب مولوی عبدالکریم کے صحت یاب ہونے کا خواب دیکھا تمہارے عقیدے کے مطابق وہ نبی تھا کہ نہیں؟ اور وہ لکھتا ہے کہ خوابیں تعبیر طلب ہوتی ہیں، ثابت ہوا کہ نبی کے ایسے خواب بھی ہوتے ہیں جن کی تعبیر ظاہری خواب کے مطابق نہیں ہوتی، مثال ہم حضرت یوسف علیہ السلام کی دے چکے ہیں، اور زمین کے خزانوں والے خواب کی تعبیر دوسری احادیث میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادی ہے جن کے اندر یہ خبر دی کہ میرے صحابہؓ یا میری امت کے لوگ قیصر وکسریٰ کے ملک فتح کریں گے اور ان کے خزانوں پر ان کا قبضہ ہوگا، مثال کے طور پر صحیح مسلم کی ایک حدیث ہے، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں یا مومنوں کی ایک جماعت ضرور بالضرور کسریٰ کے اس خزانے کو فتح کرے گی جو قصر ابیض میں ہے (صحیح مسلم: حدیث نمبر 2919)، اسی طرح مسند احمد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب کسریٰ ہلاک ہوجائے گا تو پھر اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا (یعنی اس کے بعد ایران کے کسی بادشاہ کا لقب کسریٰ نہ ہوگا) اور جب قیصر ہلاک ہوجائے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا (یعنی روم کے کسی بادشاہ کا لقب قیصر نہ ہوگا) اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے تم لوگ ان دونوں (یعنی قیصر وکسریٰ) کے خزانے ضرور اللہ کی راہ میں خرچ کروگے۔ (مسند احمد، حدیث نمبر7184)، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ اور اپنی امت کو فتوحات کی خوشخبری سنا کر اپنے اس خواب کی تعبیر بیان فرمادی کہ میرے ہاتھ میں زمین کے خزانوں کی کنجیاں رکھے جانے کا

مرزا قادیانی کا تعارف و کردار

(۴۸) حافظ عبیداللہ

مطلب ہے کہ میری امت کا ان پر قبضہ ہوگا۔

اب آیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خواب کی طرف جس میں آپ کو وہ سرزمین دکھائی گئی جہاں آپ کی ہجرت ہونا تھی، یاد رکھیں خواب میں آپ کو صرف ایک سرزمین دکھائی گئی تھی، اس کا نام نہیں بتایا گیا تھا، اس سرزمین پر کھجوروں کے باغات تھے، اور جیسے مدینہ (یثرب) میں کھجوروں کے باغات تھے بالکل اسی طرح یمامہ میں بھی تھے، آپؐ نے فرمایا ہے کہ اس سرزمین کو دیکھ کر میرا خیال یمامہ کی طرف گیا تھا، جی ہاں یہی لفظ ہیں ''میرا خیال اس طرف گیا تھا'' نہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خواب کی کسی کے سامنے اس وقت تعبیر بیان فرمائی کہ اس کی تشریح یہ ہے کہ ہماری ہجرت یمامہ کی طرف ہوگی اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی اشتہار نکالا اور پیش گوئی شائع کردی کہ مجھے میرے خدا نے خبر دی ہے کہ تمہاری ہجرت یمامہ کی طرف ہوگی (جیسے مرزا قادیانی کیا کرتا تھا)، اور اس کا تو کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت مدینہ کی طرف ہی فرمائی تھی نہ کہ یمامہ کی طرف، تو اگر آپ غلط سمجھتے تو ضرور پہلے یمامہ جاتے لیکن ایسا نہیں ہوا، اللہ کے نبیؐ نے بالکل ٹھیک جگہ ہجرت فرمائی، اس حدیث شریف میں تو صرف خیال جانے کی بات ہے اور آخری بات وہی کہ اگر بالفرض آپ کا خیال یمامہ کی طرف جانا یہ آپ کی اجتہادی غلطی تھی تو اللہ نے اس خیال کی اصلاح فرمادی اور آپ نے ہجرت مدینہ کی طرف فرمائی، کیونکہ انبیاء غلطی پر قائم نہیں رکھے جاتے، لیکن جھوٹے مدعی نبوت وہ ہوتے ہیں جو پوری زندگی اشتہار نکالتے ہیں کہ میرا نکاح محمدی بیگم کے ساتھ ہوکر رہے گا، یہ ایسی بات ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی، لیکن وہ مرجاتے ہیں ایسا نہیں ہوتا اور نہ ہی اللہ انہیں بتاتا ہے کہ مرزا جی! نکاح تو کینسل ہوچکا یا آخرت میں ہوگا، جھوٹے وہ ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ نے انہیں الہام میں بتایا ہے کہ قادیان کے میاں منظور محمد لدھیانوی جن کی بیوی کا نام محمدی بیگم ہے ان کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے نو نام ہیں، لیکن وہ لڑکا غائب ہوجاتا ہے، اور بعد میں مرزا کے مرید بتاتے ہیں کہ وہ لڑکا تو مرزا بشیر الدین محمود تھا، مرزا جی کو غلطی لگی تھی، اور میاں منظور محمد لدھیانوی سے مراد خود مرزا جی تھے اور محمدی بیگم سے مراد ہماری اماں جان نصرت جہاں بیگم تھیں لیکن ٹیچی (مرزا کے ایک فرشتہ کا نام) نے آنے میں دیر کردی اور مرزا جی دنیا سے چلے گئے۔

مرزا قادیانی کی بعض پیشگوئیاں سچی بھی ہوئیں ایک مرزائی دھوکہ

مرزائی مربیوں کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ مرزا قادیانی کی بہت سی پیشگوئیاں سچی بھی نکلیں، اگر وہ جھوٹا ہوتا تو اس کی کوئی پیشگوئی بھی سچی نہ ہوتی۔

جواب

پہلے تو یہ بات ہی محل نزاع ہے کہ مرزا قادیانی کی کوئی پیشگوئی اس کے بیان کردہ الفاظ کے مطابق

معتمد اور غیر معتمد تفاسیر

آج کل جدیدیت کا دور ہے، عصری اداروں کا پروردہ ہر چیز میں جدت کا متقاضی ہے، اس چیز کو دیکھتے ہوئے کئی ایک ملحدین اور متجددین نے تفسیر بالرائے کو اپنا وطیرہ بنایا اور وہ تفسیریں عصری علوم کے حاملین وطالبین کے نظر میں پسندیدگی کی سند لینے لگی، جس سے سادہ لوح مسلمان بھی ان کے دام تزویر میں آنے لگے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت مولانا فضل محمد صاحب (استاذ الحدیث جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی) نے ان تمام ملحدین اور متجددین کی تفسیروں کو سامنے رکھ کر قرآن وسنت کی نصوص، صحابہ کرامؓ کے اقوال اور ائمہ مجتہدین کی تصریحات کی روشنی میں ان کے ابطال اور ان کی تفسیر بالرائے کے نقصانات کو واضح فرمایا۔ چونکہ یہ مضمون اپنے موضوع کی بنا پر طویل ہو گیا تو انہوں نے اس کا نام "معتمد اور غیر معتمد تفاسیر" رکھ کر اسے کتابی شکل میں شائع کر دیا۔ افادہ عام کی غرض سے اس مضمون کو قسط وار ہفت روزہ "ختم نبوت" میں شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی مدظلہ

(۱۱)

فکر سرسید کے چند اہم نکات

☆ ملائک اور شیطان کوئی الگ مخلوق نہیں، یہ انسان میں خیر اور شر کی قوتوں کے نام ہیں۔ جنات سے جنگلی اور وحشی انسان مراد ہیں۔

☆ کسی نبی سے کسی قسم کا معجزہ مافوق الفطرت اور خلاف عقل واقع نہیں ہوا۔

☆ قرآن مجید میں انبیاء سے منسوب محیر العقول واقعات محض قوائے انسانی کی قوت کا مظہر ہیں۔

☆ حضرت عیسیٰ بن باپ پیدا نہیں ہوئے کیونکہ قانون فطرت کے برخلاف ایسا نہیں ہوسکتا۔

☆ ٹٹ پونجیے عربی مدرسوں سے ہماری کوئی قومی عزت نہیں۔ اس سے کاہل، مال مردم خور، بے محنت اور خیرات کی روٹی کھانے والے ملاؤں کا گروہ بڑھتا جائے گا۔

☆ اعلیٰ عہدے صرف لائق انگریزی دانوں کو دیئے جانے کی پالیسی میں سختی ہونی چاہیے۔

☆ خدا لارڈ میکالے کو بہشت نصیب کرے۔ اس سے زیادہ ہندوستان کو بھلائی پہنچانے والا کوئی اور نہیں۔

☆ ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ خدا کی طرف سے ایک رحمت ہے۔ اس کی اطاعت اور فرماں برداری اور نمک حلالی خدا کی طرف سے ہمارا فرض ہے۔

☆ ہندو اور مسلمان ایک مذہبی لفظ ہے ورنہ ہندو، مسلمان اور عیسائی بھی، جو ہندوستان میں رہتے ہیں، سب ایک ہی قوم ہیں۔

(بحوالہ افکار سرسید آخری ٹائٹل)

میں ایک بار پھر ان خود ساختہ مفسرین کو شاعر کا ایک شعر یاد دلاتا ہوں شاعر نے کہا:

مشرقی و مغربی تعلیم حاصل کر کر
بن کر علامہ وبال جہل نادانی نہ بن

مناسب تو یہ تھا کہ میں سرسید صاحب کی تفسیر کی غلطیاں نکال کر لوگوں کے سامنے رکھتا لیکن وہ غلطیاں اتنی ہیں کہ اس کا نکالنا اور اکٹھا کرنا میرے بس میں نہیں ہے اس لیے حضرت بنوریؒ کے کلام پر اکتفا کیا۔

مفسرین سے متعلق علامہ عنایت اللہ مشرقی کی رائے

اہل باطل کی تفاسیر میں علامہ عنایت اللہ مشرقی کی ایک تفسیر "التذکرۃ" کے نام سے ہے اور دوسری تفسیر "احسن تفسیرا" کے نام سے ہے اس دوسری تفسیر میں علامہ عنایت اللہ مشرقی کا ایک لمبا مقدمہ ہے اس میں انہوں نے سلف صالحین اور اہل حق مفسرین علماء کے بارے میں نہایت گھٹیا زبان استعمال کی ہے اس مقدمہ کی چند عبارات ناظرین کو پیش کرتا ہوں پڑھئے اور غور وخوض کیجئے کہ مفسرین کے بارے میں ان کی سوچ کیا ہے لکھتے ہیں:

"مگر افسوس کہ اسلامی علماء اور متکلمین نے اتحاد عمل کو قطعاً نظر انداز کر دیا، وہ جو کچھ ان کے محدود، وقتی اور مقامی علم سے بن پڑا اس نادر الوجود کتاب کی تشریحات کر گئے، اعتقادی طور پر اپنی اپنی شرح کو قطعی اور آخری قرار دے کر لوگوں کو اپنے اپنے پیچھے لگا لیا اور باہمی ضد اور ہٹ دھرمی سے فرقہ بند بن کر کلام خدا کی حقیقت کو نظروں سے نہاں کر دیا انہوں نے آج تک کلام خدا کی تفسیر کے کوئی مشترک علمی اصول مقرر نہیں کیے، کوئی مشترک اساس بحث وتنقید کی پیدا نہیں کی۔ آج اگر کوئی طالب حقیقت اپنی بجھی ہوئی آگ کو سلگانے کی نیت سے کسی بڑی سے بڑی تفسیر کی طرف رخ کرتا ہے تو پہلا ورق کھولتے ہی اس میں انسانی باطل آرائی اور غلط گوئی، داستان سرائی اور حقیقت پوشی آسماں سوالی اور زمین جوابی کی وہ حیا سوز بدعنوانیاں دیکھتا ہے کہ اس قصاب خانہ فہم وعقل کو دیکھ کر روح کانپ اٹھتی ہے۔"

علامہ مشرقی مزید لکھتے ہیں:

"لیکن مالک زمین وآسمان کے کلام کے مطالب میں اسلامی مفسروں کی صدیوں سے

رطب و یابس، سب رائے زنیاں اور قیاس رانیاں ایک عالمگیر قوم کی تاریخ نفع وانعام میں وہ ناقابل تلافی نقصان، اس کے اعمال میں وہ ناپید امثال شرارتیں ہیں کہ اس روئیداد کو سن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں بعینہ یہی اہم باتیں ہیں جو ہر تفسیر اور ترجمے میں کالعدم ہیں، اسی مدعا کو دل میں ٹھان کر لوگ تفسیریں پڑھتے ہیں اور مایوس ہو کر رہ جاتے ہیں کوئی مستقل اصول، کوئی مختصر گر، کوئی کارگر بات موجودہ تفاسیر سے ان کے ہاتھ پلے نہیں پڑتی۔''

علامہ عنایت اللہ مشرقی اپنی تفسیر کے بارے میں لوگوں سے رائے لینا چاہتا ہے لکھتا ہے:

''کیا تفسیر کے اس ظلمت انگیز چراغاں کے ہوتے ہوئے میں بھی فی الحقیقت آیندہ اوراق میں اپنی خوش اعتقادی کا ایک دخان خیز دیا لے آیا ہوں اور اس طرح پر قرآن کو سیاہ کرنے کا مجرم بنا ہوں، اس کا فیصلہ زمانہ آپ کرتا رہے گا۔'' (ماخوذ از مقدمہ احسن تفسیرا)

عام مفسرین اور ان کی تفاسیر کے بارے میں علامہ عنایت اللہ خان مشرقی نے جو گندی زبان استعمال کی ہے وہ قارئین نے پڑھ لیا اور دیکھ لیا اب علامہ عنایت اللہ مشرقی امرتسری کی تفسیر ''التذکرۃ'' میں ان کی تحریف قرآن اور تحریف دین کو بھی پڑھیں۔ حضرت سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے یتیمۃ البیان میں جن مقامات پر گرفت فرمائی وہ ملاحظہ فرمائیں:

عنایت اللہ مشرقی اور ان کی تفسیر ''التذکرۃ''

انہی باطل پرستوں کی تفاسیر میں سے ایک تفسیر عنایت اللہ مشرقی امرتسری کی بھی ہے، جس کا نام موصوف نے ''التذکرۃ'' رکھا ہے، اس شخص کے احوال تو اونچے پہاڑ پر جلتی آگ سے بھی زیادہ واضح ہیں، یہ شخص اس سرسید احمد خان کے راستے پر گامزن ہے، جس کا مختصر تذکرہ اصول اسلام کے منہدم کرنے کے بیان میں گزرا ہے، موصوف کی رائے مکمل طور پر سرسید دہلوی کے وضع کردہ باطل اصول کے موافق تھی، جب ان کی تفسیر ''التذکرۃ'' شائع ہوئی اور علمائے حق نے اس کو دیکھا تو بالاجماع ان کے کفر کا فتویٰ دیا، اہل حق علماء میں سے کوئی بھی اس فتویٰ کی تائید میں پیچھے نہیں رہا، اس ملحد نے تو سرسید سے بھی زیادہ باطل نظریات قائم کیے، کہتے ہیں کہ:

''اسلام اور صراط مستقیم تو یہ ہے کہ خدائے پاک کی کائنات میں ان بکھری نعمتوں سے نفع مند ہوا جائے، جو شخص ان نعمتوں سے متمتع ہوا، وہ مسلمان ہے اور جو ان نعمتوں سے محروم رہا، وہ کافر ہے۔''

اصحاب الجنۃ اور اصحاب النعیم (جنت والے اور نعمتوں میں رہنے والوں) کی تشریح یوں کرتے ہیں کہ: ''یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو یہود و نصاریٰ کہتے ہیں۔''

ان باتوں پر استدلال وہ اس آیت سے کرتے ہیں ﴿إِنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ﴾ لکھتے ہیں کہ: ''اہل حکومت وسلطنت نصاریٰ ہیں اور وہ نیکوکار ہیں، اس لیے کہ زمین کی وراثت وسلطنت انہی لوگوں کے قبضہ میں ہے۔''

اس ملحد وزندیق کے نزدیک پل صراط، حساب وکتاب، حشر ومعاد، جنت و دوزخ کسی چیز کا کوئی تصور نہیں، بلکہ الٹا جنت، اس کے ذکر کردہ احوال، سمندر، نہریں اور محلات وغیرہ کا مذاق اڑاتا ہے۔

اور ''الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ'' سے مراد اس کے نزدیک اہل حکومت ہیں اور ''صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ'' میں بھی منعم علیہم، اس کے نزدیک یہی اہل حکومت ہیں، اور جس قوم کو فرماں روائی اور سلطنت حاصل نہ ہو، اس شخص کے نزدیک وہ ''ضالون'' یعنی گمراہ ہیں اور وہی لوگ ''مغضوب علیہم'' یعنی خداوند کریم کے غضب کے مستحق ہیں، یہاں تک کہ اس زندیق نے یوں بھی کہہ ڈالا کہ:

''نصاریٰ باوجود عقیدۂ تثلیث کے مسلمان ہیں۔''

خلاصہ یہ کہ اس ملحد کے کفر کے اسباب بے شمار ہیں، جن کو اس مقام پر بیان نہیں کیا جاسکتا، اس ملحد نے ایک کمیٹی تشکیل دی تھی جس کا نام ''خاکساران'' رکھا تھا اور لوگوں کو اس کی امداد اور اس میں شمولیت کی دعوت دیتا تھا اور اس اکیڈمی کا مقصد بھی وہ خفیہ سازشیں تھیں جنہیں اس مقام پر بیان نہیں کیا جاسکتا ہے۔ واللہ الھادی الی الحق۔''

علامہ عنایت اللہ مشرقی ۱۸۸۸ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۶۳ء میں اس کا انتقال ہوا، علامہ مشرقی کو بھی شاعر کا شعر سناتا ہوں:

مشرقی و مغربی تعلیم حاصل کر کر
بن کر علامہ وہاں جہل و نادانی نہ بن

اہل باطل کی تفسیروں میں سے جن تفاسیر پر حضرت سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے یتیمۃ البیان میں تنقید بلیغ فرمائی ہے ان میں مولانا محمد احسن اصلاحی کی تفسیر بھی ہے گو اس پر حضرت نے نسبتاً نرم تنقید کی ہے اور یہ تفسیر اس وقت مکمل بھی نہیں ہوئی تھی اور امین احسن اصلاحی کے احوال اتنے کھلے بھی نہیں تھے جتنے بعد میں کھل کر سامنے آگئے میں نے آیندہ اس پر مکمل بحث کی ہے۔ چنانچہ حضرت محمد یوسف بنوریؒ نے امین احسن اصلاحی کی تفسیر تدبر قرآن کے متعلق یتیمۃ البیان میں فرمایا:

تفسیر تدبر قرآن اور مولانا امین احسن اصلاحی

سید محمد یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں کہ تفسیر ''تدبر قرآن'' یہ تفسیر اردو زبان میں شیخ امین احسن اصلاحی کا شاہکار ہے، مؤلف موصوف اپنی دیگر تالیفات کی وجہ سے کافی معروف شخصیت ہیں، موصوف استاذ مودودی

کے قریب ترین افراد میں سے تھے اور ان کے دیگر حامیان کی فہرست میں سرفہرست تھے اور بیس سال کی طویل المدت رفاقت وامارت تسلیم کرتے ہوئے بعدازاں استاذ مودودی سے علیحدگی اختیار کی، موصوف کی استاذ مودودی سے اس علیحدگی کا سبب ''مختلف مصالح اور مخصوص حکمت عملیوں کے پیش نظر شرعی احکام میں تغیر وتبدل کا جواز'' کا جو نظریہ مودودی صاحب نے اپنایا تھا، اس سے موصوف کا اختلاف تھا۔

مودودی صاحب نے یہ تصریح کی تھی اور یہ اعتقادی نظریہ بیان کیا تھا کہ: اسلام کے اساسی مقاصد دو قسموں پر مشتمل ہیں:

پہلی قسم: وہ اساسی مقاصد جس میں تغیر وتبدل کی کچھ گنجائش نہیں، جیسا کہ عقائد اسلامیہ مثلاً توحید، رسالت وغیرہ۔

دوسری قسم: ان مقاصد کی ہے جن میں مصالح اور حکمت عملی کے پیش نظر تغیر وتبدیلی کی جاسکتی ہے۔

مودودی صاحب یوں بھی کہتے تھے کہ اس تغیر وتبدل کے شریعت اسلامیہ میں بے شمار نظائر بھی موجود ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں اعلان فرمایا کہ ''الأئمة من قریش'' امام اور خلیفہ قریشی ہی ہوسکتا ہے اور قرآن کریم میں باری تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا کہ:

﴿یٰٓأَیُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ﴾

جس کا مقتضاء مختلف قبائل اور خاندانوں کے افراد کا باہمی فلسفہ مساوات تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مصالح کے پیش نظر چھوڑ دیا۔

موصوف مودودی کی مذکورہ بالا تحریر وتقریر پر میں نے رسالہ ''الأستاذ المودودی وشیء من حیاته وأفکاره۔'' میں بھرپور تنقید تحریر کی ہے۔ مزید تفصیل وبیان کے لیے وہیں مراجعت کی جائے۔

استاد مودودی نے جب اپنی تفسیر ''تفہیم القرآن'' کا آغاز فرمایا تو موصوف اصلاحی صاحب نے بھی چاہا کہ ایک تفسیر تالیف فرمادیں، کیونکہ موصوف مودودی صاحب کو علوم عربیہ اور بلاغت وبیان کے علوم میں کوتاہ خیال کرتے تھے اور خود کو ان خصائص وصفات میں ان سے بلند گردانتے تھے۔

٭ تدبر قرآن کے چند قابل گرفت مباحث

چنانچہ ''تدبر قرآن'' کے نام سے ایک تفسیر تالیف کرنا شروع کردی، یہ تفسیر فی الحال تین ضخیم جلدوں میں سورۂ بنی اسرائیل تک کی تفسیر پر مشتمل ہے، مجھ کو یہ امید تھی کہ شاید یہ تفسیر ان علمی اغلاط وخطاء سے پاک ہوگی، لیکن افسوس! جب میں نے موصوف کی تفسیر کا مطالعہ کیا اور مختلف مقامات کی ورق گردانی کی، تب میں نے کئی ایک ایسے مسائل پائے جن میں موصوف نے جمہور مفسرین، ائمہ اہل سنت والجماعت کی آراء سے مخالفت کی ہے، چنانچہ میری تمام تر امیدیں اکارت ہوگئیں اور پُر امید خوشیاں مکدر ہوگئیں، حالانکہ مجھے امید یہ تھی کہ یہ خوشیاں ہر قسم کی گندگی اور اس کے شوائب سے پاک ہوں گی۔ چنانچہ درج ذیل آیات میں، میں نے ان کی آراء کو جمہور مفسرین کے مخالف پایا:

۱۔ ﴿وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ﴾

۲۔ ﴿فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا﴾

۳۔ ﴿وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا﴾

۴۔ ﴿وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾

(تفصیل کے لیے ج:۱،ص:۱۹۹۔ ج:۱،ص:۲۰۵، ج:۱،ص:۶۸۰، ج:۲،ص:۱۹۵ کی مراجعت کی جاسکتی ہے)

ان مقامات کو دیکھ کر میرا اعتماد ووثوق ختم ہوگیا، یہ تفسیر بحث وتفتیش کے ساتھ بالاستیعاب مطالعہ کی محتاج ہے، اگر مؤلف محترم خود ہی بے لاگ تنقید اور بے تعصب بحث کو راہ دیں تو ان قابل مؤاخذہ آراء سے رجوع فرمالیں گے۔ ''واللّٰہ الہادی الی الحق۔''

راقم الحروف فضل محمد یوسف زئی کہتا ہے کہ بعد میں امین احسن اصلاحی کی تفسیر پر میں بھرپور کلام کروں گا۔ (ان شاء اللہ)۔

ایک گزارش:

حضرت سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے جناب مودودی صاحب اور جناب سرسید احمد خان صاحب اور جناب عنایت اللہ مشرقی صاحب اور جناب امین احسن اصلاحی صاحب اور ابوالکلام آزاد صاحب کی تفاسیر پر کھل کر اظہار خیال فرمایا ہے اور شبلی نعمانی پر بھی کلام کیا ہے اور بغیر خوف لومۃ لائم آپ نے حق کی حمایت میں نہ کسی کی شخصیت کی پرواہ کی اور نہ کسی کی سیاسی قیادت سے گھبرا کر لاگ لپیٹ سے کام لیا ہے اس سے ہماری نئی نسل کے اس دور کے علماء کی آنکھیں کھل جانی چاہیے کہ حضرت بنوریؒ نے کس طرح حق کا برملا اعلان کیا اور پھر باقاعدہ اپنی مایہ ناز تصنیف یتیمۃ البیان میں اس کو اعلیٰ مقام دیا؟ آپ کے کھلے الفاظ اور فصاحت سے بھرے جملوں سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ باطل کے خلاف حضرت بنوری شیر کی طرح دھاڑتے چنگھاڑتے میدان کارزار میں اتر آتے تھے اور مصلحت وحکمت کو بالائے طاق رکھ کر اپنے رب کو راضی کرتے تھے اور امت محمدیہ کے اہل حق کی صف کی حفاظت فرماتے تھے۔

آج ہمیں چاہیے کہ ان کو اسی نظر سے دیکھیں جو اہل باطل کے مقابلے میں ان کی شان تھی۔

(جاری ہے)

کراچی میں

حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی مدظلہ کے بیانات

رپورٹ: حافظ محمد کلیم اللہ نعمان

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنما اور خاتم النبیین میڈیکل ہارٹ سینٹر سرگودھا کے چیئرمین حضرت مولانا حافظ محمد اکرم طوفانی حفظہ اللہ مختصر تبلیغی دورہ پر کراچی تشریف لائے، ساتھیوں نے مختلف مدارس اور مساجد میں آپ کے بیانات کی ترتیب بنائی، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

☆......۴؍مارچ بروز ہفتہ بعد نماز ظہر جامعہ صدیقیہ کے استاذ مولانا مسعود احمد کی تقریب نکاح میں نکاح پڑھایا، اس موقع پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے امیر مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ نے نکاح کی اہمیت اور فضائل بیان کئے، بعدازاں مولانا طوفانی مدظلہ نے دعا فرمائی۔ بعد نماز مغرب جامع مسجد عثمان غنی جامعہ عربیہ سیف العلوم پختون آباد میں ختم نبوت پروگرام رکھا گیا تھا، جس میں مولانا عارف اللہ نے پروگرام کی غرض وغایت بیان کی اور مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغ مولانا قاضی احسان احمد نے مجلس کے مشن اور سرگرمیوں پر روشنی ڈالی اور سامعین کو قادیانی مصنوعات کے بائیکاٹ پر آمادہ کیا۔ آخر میں مولانا محمد اکرم طوفانی صاحب نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ سوشل میڈیا پر مقدس ترین شخصیات کی گستاخی کرنے والے بلاگرز کے خلاف بھرپور ایکشن لیا جائے اور انہیں کیفرکردار تک پہنچایا جائے۔ مولانا طوفانی کی دعا پر پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

☆......۵؍مارچ بروز اتوار بعد نماز عشاء مولانا طوفانی صاحب بیان کے لئے مولانا عبدالقادر صاحب کی دعوت پر مدینہ مسجد اختر کالونی میں تشریف لے گئے، جہاں انہوں نے عام مسلمانوں خصوصاً نوجوان طبقہ سے خطاب کرتے ہوئے انہیں قادیانیوں کی فریب کاریوں اور چال بازیوں سے آگاہ کیا اور اپنی دولت ایمان کی حفاظت کرنے کی تلقین کی۔ یہاں سے فراغت کے بعد منظور کالونی اللہ والی مسجد میں ختم نبوت کورس کی اختتامی تقریب میں بیان کیا۔ مولانا قاضی احسان احمد نے کورس کا اختتامی لیکچر دیا اور طلبا کو تحفظ ختم نبوت کے لئے بھرپور کام کرنے کی دعوت دی۔ اس تقریب میں مولانا بلال، مولانا شبیر، مولانا رضوان ودیگر علماء وطلبا بھی شریک ہوئے۔

☆......بروز پیر بعد نماز مغرب محمدی مسجد سیکٹر 50-A تیسر ٹاؤن میں مولانا عبدالرحمن کی دعوت پر تشریف لے گئے، جہاں مولانا قاضی احسان احمد نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ قادیانیوں کی ایک عادت یہ ہے کہ وہ پسماندہ اور غریب بستیوں کے رہائشیوں کی امداد اور فلاحی اداروں کی آڑ میں ان کے ایمان پر ہاتھ صاف کرتے ہیں۔ لہٰذا ایمان کے ان ڈاکوؤں سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی مدظلہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ تمام مسلمان خود بھی اور اپنے بچوں کو بھی اسلام کے بنیادی عقائد اور اسلامی تعلیمات سکھائیں اور ان پر عمل کریں۔ اس سلسلہ میں علماء کرام سے رابطہ رکھیں۔ یاد رکھیں اسلامی تعلیمات سے بے بہرہ مسلمان بہت جلد گمراہیوں کی دلدل میں پھنس جاتا ہے۔

☆......بعد نماز عصر نارتھ ناظم آباد میں مفتی ریاض صاحب نے اپنے گھر میں یونیورسٹیز کے نوجوانوں کو مدعو کیا تھا۔ جہاں مولانا طوفانی صاحب نے وطن عزیز کے مستقبل کے معماروں کے سامنے اسلام کی روشن اور تابناک تعلیمات بیان کیں۔ عقیدہ ختم نبوت پر ڈھیروں دلائل دیئے اور نوجوانوں کو فتنہ قادیانیت سے آگاہ کیا۔

☆......بروز منگل بعد نماز عشاء جامع مسجد صدیق اکبر اسکاؤٹ کالونی میں حضرت مولانا اکرم طوفانی صاحب نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام پہلے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت ورسالت کا باب بند ہوگیا۔ اب قیامت تک کسی قسم کا کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ آپ کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا، کذاب، مفتری اور کافر وبے ایمان ہے۔ پروگرام میں حضرت مولانا قاضی احسان احمد، مولانا عبدالحی مطمئن، مولانا سلطان محمد، مولانا عبدالسمیع اور دیگر علماء، طلبا اور عوام بھی شریک تھے۔

☆......بروز بدھ بعد عشاء جامع مسجد بلال رابعہ سٹی گلستان جوہر میں مولانا عبدالمجید کی نگرانی میں ”علماء کنونشن“ کا انعقاد کیا گیا، جس میں کثیر تعداد میں گلستان جوہر کے علماء کرام نے شرکت کی۔ مبلغ ختم نبوت کراچی مولانا عبدالحی مطمئن نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ علماء کرام کو ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کردار ادا کرنا چاہئے اور امت کی راہنمائی کا فریضہ ادا کرنا چاہئے۔ مولانا قاضی احسان احمد نے بھی مختصر بیان کیا۔ حضرت مولانا طوفانی نے عقیدہ ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت کے لئے اکابر علماء کرام کی سنہری خدمات کا تذکرہ بڑے والہانہ انداز

میں کیا۔ انہوں نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں عاشقانِ رسول اور سیاسی، مذہبی جماعتوں کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ جس کی قربانیوں اور کوششوں سے قادیانیت کے منہ زور گھوڑے کو لگام دی گئی۔

☆...... جمعرات صبح ۱۱ بجے جامعہ اشرف المدارس میں حضرت مدظلہ کا بیان طلبا میں طے پایا تھا۔ پروگرام کے آغاز میں مولانا قاضی احسان احمد نے جامعہ کے طلبا کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام سالانہ ۲۰ روزہ ردقادیانیت کورس چناب نگر میں شرکت کی دعوت دی اور اس کی افادیت سے آگاہ کیا۔ حضرت مولانا طوفانی مدظلہ نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ آپ تمام علماء وطلبا بہت مبارک باد کے مستحق ہیں کہ اس پُرفتن دور میں بھی آپ اسلام کی سربلندی کے لئے اس دینی ماحول سے وابستہ ہیں، یہ اس بات کا کھلم کھلا اعلان ہے کہ کچھ بھی ہو ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دین کو کسی صورت میں چھوڑ نہیں سکتے۔ قیامت تک یہ دین ان شاءاللہ! زندہ رہے گا۔

☆...... جامع مسجد الاخوان ایف بی ایریا دستگیر کالونی میں جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مولانا محمد اکرم طوفانی صاحب نے کہا کہ آج ہمارے ملک میں قادیانی نواز حکومت اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کی خاطر مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کر رہی ہے۔ ملک عزیز کے تعلیمی ادارے کو غدار اور باغی ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کے نام سے منسوب کر کے پوری قوم کی دل آزاری کی گئی ہے۔ چکوال میں بے گناہ مسلمانوں کو پابند سلاسل جبکہ قادیانی مجرمین کو آزاد چھوڑا ہوا ہے۔

☆...... بعد نماز عشاء طارق روڈ پر واقع بھائی شکیل کے گھر میں علماء کرام اور نوجوانوں سے حضرت طوفانی صاحب نے سرگودھا میں بنائے گئے خاتم النبیین میڈیکل ہارٹ سینٹر کی افادیت اور سہولیات پر گفتگو کی، ہسپتال میں اب تیسری منزل پر بائی پاس آپریشن روم کی تکمیل ہو چکی ہے۔

الحمدللہ! ہسپتال سے اب تک ہزاروں مریض فائدہ حاصل کر چکے ہیں، بے مثال ہسپتال کا قیام یقیناً سرگودھا کے شہریوں کے لئے واقعی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ پروگرام میں مولانا قاضی احسان احمد، مولانا سید طاہر حسن، مولانا سید حقیق الحسن، مولانا محمد الیاس گھمن، مولانا ذیشان، مولانا محمد نعمان ارمان مدنی اور دیگر حضرات نے شرکت کی۔

☆☆...............☆☆

ختم نبوت کانفرنس نوابشاہ

نواب شاہ (حافظ نیاز احمد خاصخیلی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نوابشاہ کے زیر اہتمام 18 رفروری 2017ء بروز ہفتہ جامع مسجد کبیر نواب شاہ میں سالانہ عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد کیا گیا کانفرنس بعد نماز مغرب تا رات گئے تک جاری رہی کانفرنس کی صدارت جامعہ دارالعلوم الحسینیہ کے مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سلیم صاحب نے کی، جبکہ جملہ امور کی نگرانی مقامی امیر مولانا محمد انیس صاحب جنرل سیکریٹری مولانا قاری محمد امجد مدنی صاحب نے کی۔ اسٹیج سیکریٹری کے فرائض مولانا تجمل حسین نے سرانجام دیئے، کانفرنس قاری محمد رضا صاحب کی تلاوت کلام سے شروع ہوئی مولانا حافظ اشفاق احمد نے حمد ونعت پیش کی۔ حضرت مولانا ثناء اللہ گھمن صاحب، حضرت مولانا مفتی حفیظ الرحمن صاحب، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے مرکزی مبلغ حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب اور حضرت مولانا محمد رفیق جامی صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں بیانات کئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نوابشاہ کے مبلغ مولانا تجمل حسین نے قرار داد پیش کی۔ اختتامی دعا حضرت مولانا حزب اللہ کھوسہ نے کرائی۔ سامعین میں جماعت کا لٹریچر تقسیم کیا گیا، باہر سے آنے والے مہمانوں کے لئے مسجد کبیر کے مدرسہ میں کھانے کا انتظام کیا گیا جس میں قاری تصور صاحب، قاری علی اصغر، قاری نیاز احمد خاصخیلی صاحب، قاری عبداللہ فیض صاحب، قاری عطاء الرحمن صاحب، مولانا یاسین بھٹی صاحب نے بھرپور خدمات سرانجام دیں۔ سیکورٹی کی ذمہ داری مولانا حافظ عبدالکریم راھو ضلعی سالار نوابشاہ نے اپنی ٹیم کے ہمراہ احسن انداز میں انجام دی۔ نوابشاہ اور دیگر شہروں سے ساتھیوں نے بھرپور شرکت کی۔ مولانا عبدالغفار رند صاحب، مولانا عبداللطیف بمع رفقہاء، بھریا روڈ سے حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب، حضرت مولانا محمد انور صاحب بمع رفقہا، باندھی سے قاری یاسین صاحب، بھائی اسداللہ بمع رفقہاء، دریا خان مری سے حضرت مولانا محمد اشرف صاحب، مولانا محمد امجد جمیل صاحب، قاری محمد شاکر صاحب و دیگر ساتھی، دوڑ سے حضرت مولانا مفتی محمد سلیم ابڑو صاحب، مولانا ولایت علی شاہ بمع رفقہاء، سکرنڈ سے بھائی جنید صاحب، بھائی محمد عثمان صاحب ساتھیوں سمیت شہداد پور سے شرکت کیا اسٹیج پر مولانا عبدالرشید صاحب، حضرت مولانا محمد یسین صاحب، مولانا عبدالستار رند صاحب، حضرت مولانا مفتی عبدالکریم لغاری صاحب، حضرت مولانا قاری عبدالخالق صاحب، حضرت مولانا عنی اللہ کورائی صاحب، حضرت مولانا حزب اللہ کھوسہ صاحب، حضرت مولانا عبدالستار بھٹی صاحب، حضرت مولانا سراج الدین میمن صاحب، حضرت مولانا عبداللہ بروھی صاحب، مولانا احمد حسین جمالی صاحب اور مولانا نیاز اللہ مستوئی صاحب، حضرت مولانا محمد اشرف صاحب، مولانا فیاض احمد صاحب، حضرت مولانا مفتی عقیل صاحب و دیگر اکابر علماء کرام موجود تھے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس کانفرنس کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہم سب کے لئے آخرت میں ذریعہ نجات بنائے۔

بقیہ:............... اداریہ

اِس مصلحت پر دائر ہے، بلاشبہ وہاں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ جب یہ مصلحت باقی نہیں رہی تو حکم کی مقصدیت فوت ہوگئی، اسی کا نام فقہاء اُصول کی اِصطلاح میں ’’ارتفاع الحکم بارتفاع العلة ‘‘ ہے، لیکن جہاں حکم کی مصلحت خود شارع کی جانب سے مصرح نہیں بلکہ محض انسانی ذہن کی اختراع ہے، وہاں یہ دعویٰ کرنا کہ چوں کہ ہماری مخترع مصلحت نہیں پائی جاتی، اِس لیے شارع کا حکم باطل ہوگیا، ایک طرح سے خود صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ ہے۔ اگر انسانی ذہن وفکر میں یہ استعداد ہوتی ہے کہ وہ خود ہی مصالح تجویز کرلیا کرے اور خود ہی اُن کے مناسب اُحکام وضع کرلیا کرے تو نزولِ شریعت اور بعثت اَنبیاء علیہم السلام کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا یہ اِرشاد کس قدر حکیمانہ ہے:

’’نعلم انه لابد من تقدیر النصاب فی الزکوة ونعلم ان مائتی درهم وخمسة اوساق قدر صالح للنصاب، لانه یحصل به غنًی معتدبه، وهما امران مضبوطان مستعملان عند القوم، ولا نعلم ان اللّٰه تعالیٰ کتب علینا هذا النصاف وادار الرضاء والسخط علیه الا بنص الشرع. کیف؟ وکم من سبب له لا سبیل الی معرفته الا الخبر.‘‘ (حجۃ اللہ البالغہ ص:۱۳۰، ج:۱)

’’ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ وجوبِ زکوٰۃ کے لیے تعیین نصاب کی ضرورت ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ دوسو درہم اور پانچ وسق نصاب کی مناسب مقدار ہے، کیوں کہ اس سے معتدبہ غنا حاصل ہوجاتا ہے اور یہ دونوں چیزیں سب کو معلوم اور عام وخاص کے یہاں مستعمل ہیں، لیکن یہ اَمر کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ نصاب مقرر فرمایا ہے اور اَپنی رضامندی وناراضی کا مدار اِسی پر رکھا ہے، شارع کی تصریح کے بغیر معلوم نہیں ہوسکتا تھا اور یہ معلوم بھی کیوں کر ہوسکتا ہے، جب کہ بہت سے اَسباب وحکم ایسے ہیں جن کا علم اِطلاعِ خداوندی کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا۔‘‘

جب عقلِ اِنسانی بذاتِ خود اَسبابِ اَحکام کو دریافت نہیں کرسکتی ہے، نہ اَحکامِ صحیحہ کو تجویز کرسکتی ہے، نہ اَحکامِ اِلٰہیہ کے اسرار وعلل اور حکم ومصالح کا اِحاطہ کرسکتی ہے، بلکہ ان تمام اُمور میں قدم قدم پر نورِ وحی اور نصِ شرعی کی محتاج ہے، حتیٰ کہ معتزلہ جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ عقل کو حاکم مانتے ہیں، اُن کے نزدیک بھی عقل وضعِ اَحکام میں مستبد نہیں تو اِس صورت میں شریعت کے منصوص اور قطعی اَحکام کی عقلی یا وہمی مصالح کی قربان گاہ پر ذبح کرنے کی جرأت کرنا، عقل اور شریعت دونوں سے بے اِنصافی ہے۔ کون نہیں جانتا کہ نصِ شرعی کے حکم کو موقوف کردینا ’’نسخ‘‘ ہے اور یہ صرف شارع کا وظیفہ ہے؟ اُمت کے کسی فرد کو نہ نسخِ شریعت کی اِجازت ہے، نہ تحریفِ ملت کی۔

اس اُصولی بحث کے بعد اَب مولانا نعمانی مدظلہٗ کے سوال پر چند معروضات پیش کی جاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ مولانا محترم کا سوال حضرت شاہ صاحب کی بیان کردہ مصلحت سے ناشی ہے لیکن مولانا کو ’’مصلحت‘‘ اور ’’علت‘‘ کے درمیان اِلتباس ہوا ہے، حضرت شاہ صاحب کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ قصر وافطار کی علت سفر ہے اور دفعِ حرج اس کی مصلحت ہے، ٹھیک اِسی طرح وجوبِ زکوٰۃ کی علت نصاب نامی ہے اور اس کی مصلحت حصولِ غنا ہے۔ حکم اَپنے وجود وعدم میں مصلحت پر نہیں بلکہ علت پر دائر ہوتا ہے، چناں چہ مسافر کو واقعتاً حرج نہ بھی لاحق ہو تب بھی اُس کے لیے قصر وافطار کی رُخصت حاصل ہے اور مقیم کو کتنا ہی حرج لاحق ہو لیکن اُس کی وجہ سے قصر واِفطار کی رُخصت اسے حاصل نہ ہوگی، پس جس طرح شریعت نے دفعِ حرج کو سفرِ شرعی کے ساتھ منضبط کردیا ہے، اِسی طرح حصولِ غنا کو بھی ملکیتِ نصاب کے ساتھ متعین کردیا، اِس لیے زکوٰۃ کے وجوب وعدمِ وجوب میں قابلِ اِعتبار براہِ راست حصولِ غنا نہیں بلکہ نصابِ شرعی ہے۔

پھر اس پر بھی غور کیا جائے کہ پانچ وسق (۳۰ من) کھجوروں، پانچ راس اُونٹوں اور بیس مثقال سونے سے آج بھی مختصر گھرانے کا خرچ اسی طرح چل سکتا ہے جس طرح کہ بقدرِ کفاف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چل سکتا تھا، پس زیادہ سے زیادہ ساڑھے باون تولے چاندی کے نصاب کا مسئلہ مولانا کے سوال کا محل بن سکتا ہے۔ اِس لیے اوّل تو مطلق نصاب کو محلِ بحث لانا غیر معقول ہوا، پھر زکوٰۃ صرف صاحبِ نصاب پر واجب نہیں ہوتی بلکہ سال بھر کے اخراجات اور حوائجِ اَصلیہ کے بعد جس شخص کے پاس بقدرِ نصاب مال بچ رہتا ہے، اُس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ اَب ایک شخص تو سال بھر سے نانِ جویں کا محتاج ہے اور

دُوسرا شخص ایسا ہے کہ سال بھر کے خرچ کے بعد بھی ساڑھے باون تولے چاندی کی مالیت اس کے پاس باقی بچ رہتی ہے تو کیا اسلامی عدل و انصاف کا تقاضا یہ نہیں ہونا چاہیے کہ اُسے یہ حکم دیا جائے کہ اس فاضل مال کا چالیسواں حصہ وہ فقراء و مساکین پر خرچ کر ڈالے؟

مولانا موصوف نے روپے کی قیمت میں کمی واقع ہو جانے کو جو تبدیلی نصاب کے سوال کی بنیاد بنایا ہے، یہ بھی محل نظر ہے، اس لیے کہ زکوٰۃ سونے چاندی اور غلہ وغیرہ کی متعین مقداروں پر واجب ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ روپے کی قیمت میں کمی واقع ہو جانے سے بیس مثقال سونے اور ساڑھے باون تولے چاندی کی مقدار کم نہیں ہوتی۔ علاوہ اَزیں یہ بھی دیکھیے کہ کیا دورِ نبوی سے حضرت شاہ صاحب کے دور تک ان چیزوں کی قیمت یکساں رہی تھی؟ اگر روپے کی قیمت میں کمی بیشی تبدیلیٔ نصاب میں مؤثر ہوتی تو اوّل تو خلافت راشدہ ہی کے دور میں اس پر غور کر لیا گیا ہوتا، ورنہ کم از کم شاہ صاحب کے دور تک تو اس کا فیصلہ ہو ہی جانا چاہیے تھا۔ جب روپے پیسے اور سونے چاندی کی قیمتوں میں کمی بیشی کے باوجود چودہ سو سال تک کسی کے ذہن میں تبدیلیٔ مقدار نصاب کا خطرہ تک نہیں گزرا تو کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ مولانا موصوف کے سوال کی یہ بنیاد صحیح ہے؟

سچ تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اہل ایمان کے متعلق: "یخرجھم من الظلمات الی النور " (البقرۃ:۲۵۷) اللہ تعالیٰ ان کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے، کی جو خبر دی ہے، مولانا اگر گہرائی میں اُتر کر دیکھتے تو عنایت خداوندی کا یہ کرشمہ انہیں تعیین نصاب میں بھی نظر آتا۔ تفصیل کی تو گنجائش نہیں۔

مختصر یہ کہ اگر شارع کی طرف سے زکوٰۃ کے لیے مال داری کا ایک خاص پیمانہ یا نصاب مقرر نہ کر دیا جاتا اور حکم صرف اتنا ہوتا کہ مال داروں پر زکوٰۃ فرض ہے تو "مال دار" کے مفہوم میں ابہام کی جو تاریکی پائی جاتی ہے کیا اس سے نکلنا کسی کے لیے ممکن ہوتا؟ "مال دار" کسے کہتے ہیں؟ خوش حالی کا معیار کیا ہے؟ تمول کا اطلاق کتنی مالیت پر کیا جا سکتا ہے؟ شارع حکیم کی اطلاع اگر نہ ہوتی تو سوچنا چاہیے کہ ان پیچیدہ سوالات کا شافی جواب ایمان و یقین کی پوری روشنی میں کیا اسی طرح دیا جا سکتا تھا جس طرح آج ہم دے سکتے ہیں اور دیتے ہیں؟ مال دار کا لفظ جتنا آسان ہے اس کے مصداق کی تعیین اور قطعی تعیین بھی کیا اتنی ہی آسان ہے؟ ہم بہت دُور کی کوڑی لاتے تو بس اتنا کہہ دیتے کہ "جس کی سالانہ آمدنی اس کے سالانہ اخراجات کے لیے کفایت کر سکے اسے ادنیٰ درجہ کا مال دار سمجھنا چاہیے۔" لیکن دُنیا میں ھل من مزید یا جوع البقر کا جو نقشہ ہمارے سامنے ہے، یعنی آمدنی سیکڑوں سے لاکھوں اور لاکھوں سے کروڑوں تک جا پہنچے لیکن اخراجاتی دوزخ کی شکم پُری کے لیے سمجھا جاتا ہے کہ وہ بھی ناکافی ہے، جتنا آتا ہے کھپتا چلا جاتا ہے، اس صورت میں کتنوں کو ہمت ہوتی کہ اپنے کو مال دار سمجھ کر زکوٰۃ ادا کرنے پر آپ سے آپ آمادہ ہو جایا کرتے؟ شریعت نے انسانوں کی اسی کمزوری پر رحم فرماتے ہوئے "تمول" کا معیار نصاب کی مقدار کو قرار دیا اور یوں ابہام کی تاریکیوں سے تعیین کی روشنی کی طرف ان کو کھینچا۔

بہر حال جہاں تک میں نے غور کیا مولانا موصوف کا یہ نوٹ نہ صرف یہ کہ کسی صحیح بنیاد پر مبنی نہیں ہے، بلکہ اندیشہ ہے کہ یہ نوٹ بعض کج فہموں کی فتنہ سامانی کا باعث نہ بن جائے۔ دوسروں کی مجھے خبر نہیں لیکن میں تو "حجۃ اللہ البالغۃ" کے بار بار کے مطالعہ سے یہی سمجھا ہوں کہ تعیین نصاب کے ذریعے جو رحمت حق تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرمائی ہے، شاہ صاحبؒ اسی کو لوگوں کے ذہنوں میں اُتارنا چاہتے ہیں۔ اب شرعی نصاب کو بدلنے کی "عقلمندی" اگر کی جائے تو اس کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہوگا کہ انسانوں کو ایک دفعہ پھر انہی تاریکیوں کی طرف دھکیل دیا جائے جن سے ہاتھ پکڑ کر شریعت نے انہیں نکالا تھا۔ (بینات صفر المظفر ۱۳۸۸ھ)

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کی وضاحت:

"معارف الحدیث جلد چہارم" میں زکوٰۃ کے بیان میں نصاب زکوٰۃ سے متعلق صحیحین کی مشہور حدیث درج کی گئی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ

"دو سو درہم سے کم چاندی میں اور ۵ وسق (قریباً ۳۰ من) سے کم کھجوروں میں اور اسی طرح ۵ راس سے کم اونٹوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔"

پھر اس حدیث کی تشریح کے ضمن میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھا گیا ہے کہ ۵ وسق کھجور، دو سو درہم بھر چاندی اور ۵ راس اونٹوں کی مالیت اتنی ہوتی تھی کہ ایک مختصر گھرانے کا سال بھر کا خرچ اس سے چل سکتا تھا، اس لیے ایسے شخص کو جس کے پاس سال پورا کرنے کے بعد اتنا

محفوظ ہو خوش حال اور صاحب مال قرار دے کر وجوب زکوٰۃ کا حکم کیا گیا۔

پھر اس پر ایک مختصر حاشیہ لکھا گیا تھا جس میں فی زمانہ روپیہ کی قیمت اور مالیت میں بہت زیادہ کمی ہو جانے کی بنا پر زکوٰۃ کے کم سے کم نصاب پر غور کرنے کے لیے حضرات علمائے کرام سے عرض کیا گیا تھا۔

بعض حضرات نے اس حاشیہ سے میرا مطلب یہ سمجھا کہ اس زمانہ میں معاشی حالات میں جو تبدیلیاں ہو گئی ہیں ان کی وجہ سے نصاب زکوٰۃ کی منصوص مقادیر پر از سرِ نو غور کرنے کی میں علمائے کرام کو دعوت دے رہا ہوں اور ان میں کسی ترمیم و تبدیلی کی گنجائش سمجھتا ہوں۔

یہ بات کبھی میرے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کی ہوئی اس طرح کی حدود و مقادیر میں تبدیلی و ترمیم کا حق اُمت کے کسی ادارہ یا طبقہ کو ہرگز نہیں دیا جاسکتا۔

دراصل میں نے اس حاشیہ کے ذریعہ حضرات علماء کرام کو اس صورتِ حال پر غور کرنے کی دعوت دینا چاہا تھا کہ ہمارے اس زمانہ میں لوگوں کے پاس دولت یا تو نوٹوں کی شکل میں ہوتی ہے یا ’’بضائع‘‘ اور تجارتی اموال کی شکل میں اور اب چاندی، سونے اور سوائم (اونٹوں وغیرہ) کے منصوص نصابوں کی مالیت میں وہ یکسانی باقی نہیں رہی ہے جس کا ذکر حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے کیا ہے، بلکہ بہت بڑا فرق ہو گیا ہے، تو اس صورت میں یہ مسئلہ علماء کرام کے غور و فکر کا مستحق ہے کہ کس نصاب کی مالیت کو معیارِ زکوٰۃ قرار دے کر زکوٰۃ کے وجوب یا عدم وجوب کا فیصلہ کیا جائے۔

ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ منصوص دائرہ سے باہر کی چیز ہے۔ بہرحال میرا مقصد اس صورتِ حال کی طرف توجہ دلا کر غور و فکر کی دعوت دینا تھا۔ میں یہ بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اس طرح کے مسائل میں انفرادی فتوؤں کے بجائے حتی الامکان اجتماعی اور شورائی فیصلے ہونے چاہئیں۔

میں نے اب غور سے دیکھا تو مجھے اعتراف ہے کہ میرے حاشیہ کے الفاظ میرا یہ مقصد ادا کرنے کے لیے ناکافی ہیں اور اگر کسی کو غلط فہمی ہوئی تو اس کی ذمے داری میری تعبیر کے قصور اور ابہام پر بھی ہے۔ واللّٰہ یقول الحق وھو یھدی السبیل!‘‘

([مولانا] محمد منظور نعمانی [مدفیضہ] مدیر ماہ نامہ ’’الفرقان‘‘ لکھنؤ)

راقم الحروف کا وضاحتی نوٹ

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدفیضہم کا شمار اس دور کے ان خواص اکابر میں ہے، جن کے علم و عمل، اخلاص و دیانت اور فہم و بصیرت پر اعتماد کیا جاتا ہے، ’معارف الحدیث جلد چہارم‘‘ کے مذکورہ بالا نوٹ کو یہاں کے بعض حلقوں نے ’’تحریف فی الدین‘‘ کے جواز کے لیے زینہ بنا لینے کی کوشش کی تھی۔ اس لیے بینات میں اس پر تنقید کی گئی۔ حق تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر دیں کہ اُنھوں نے بروقت وضاحت فرما کر ایک بڑے فتنے کا سدباب کر دیا۔ حضرت مولانا کے نئے سوال پر اکابر اہل فتویٰ غور کر سکتے ہیں۔ ہمارے خیال میں ’’بضائع‘‘ کی زکوٰۃ کے لیے احد النقدین کا معیار ہونا راجح ہے۔ واللّٰہ اعلم!

ہمارے یہاں اکابر اہل حق کی یہ روایت قدیم ہے کہ ان سے کسی تعبیر میں اگر تسامح ہو جاتا ہے، یا کوئی تحقیق کسی اُلجھن کا باعث ہوتی ہے تو متنبہ کے بعد فوراً اس سے برأت کا اظہار کر دیتے ہیں۔ (حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے یہاں تو باقاعدہ ’’ترجیح الراجح‘‘ کا سلسلہ قائم تھا اور چند معتمد اہل علم کو اس پر مامور کیا گیا تھا کہ اگر آپ کی تالیفات میں کہیں تسامح نظر آئے تو اس کی نشان دہی کریں) اس کے برعکس اہل زیغ کا طرزِ عمل یہ رہا ہے کہ کسی غلطی پر متنبہ کیے جانے کے بعد بھی انہیں اپنے موقف سے رجوع کی ہمت نہیں ہوتی، پہلے تاویلات کا سہارا لیا جاتا ہے اور اگر اس سے کام نہ چلے تو آئندہ ایڈیشن میں چپکے سے عبارت بدل دی جاتی ہے (نظریہ جوں کا توں رہتا ہے) حضرت مولانا دامت فیوضہم نے اس وضاحت سے اکابر اہل حق کی رسم کہنہ کو پھر سے زندہ کر دیا اور بعد والوں کے لیے ایک اچھی روایت قائم کر دی۔ فضاعف اللّٰہ اجرہ و ادام فیوضہ واحسن جزاءہ! (بینات جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ)

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

اہانتِ رسول پر ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل

مولانا زاہد الراشدی

چند بلاگرز کی طرف سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت اور اس پر مختلف حلقوں کے شدید ردعمل کے تناظر میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کے کچھ بلاگرز یاد آ گئے ہیں جن میں سے ایک معروف عام بلاگر کا تذکرہ قارئین کے سامنے مناسب معلوم ہوتا ہے۔

صحابیٔ رسول حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں کہ جہاد کے ایک سفر میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور عبداللہ بن ابی بھی چند ساتھیوں کے ساتھ شریک تھا۔ ایک مقام پر مہاجرینؓ اور انصارؓ کے چند لوگوں میں کسی بات پر تنازعہ ہو گیا جس پر عبداللہ بن ابی نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ مہاجرین جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ مدینہ منورہ میں آ کر آباد ہوئے ہیں ان کا معاملہ زیادہ ہی بڑھتا جا رہا ہے، اس لئے انصارِ مدینہ ان مہاجرین پر جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کا سلسلہ روک دینا چاہیے تاکہ یہ لوگ مدینہ چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں۔ اس کے ساتھ ہی عبداللہ بن ابی نے یہ بھی کہا کہ اب ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ عزت والے لوگ (نعوذ باللہ) ذلیل لوگوں کو مدینہ منورہ سے نکال دیں۔ ان لوگوں کی یہ باتیں حضرت زید بن ارقمؓ نے قریب بیٹھے ہوئے سن لیں اور ان کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کو بلا کر پوچھا تو اس نے ان باتوں سے نہ صرف انکار کیا بلکہ اتنی پکی قسمیں کھائیں کہ آپ نے زید بن ارقمؓ کو ڈانٹ دیا۔

حضرت زید بن ارقمؓ اس پر اس قدر رنجیدہ اور پریشان ہوئے کہ اپنے خیمے میں آ کر چھپ گئے۔ مگر اللہ رب العزت نے قرآن کریم کی ایک مستقل سورت نازل کر کے زید بن ارقمؓ کی صفائی دی اور جناب رسول اللہؐ سے فرمایا کہ یہ منافق لوگ جو آپ کے پاس آ کر اس بات کی قسمیں اٹھاتے ہیں کہ وہ آپ کو خدا کا رسول مانتے ہیں، سراسر جھوٹ بولتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خود ان کے جھوٹا ہونے کی گواہی دے رہے ہیں۔ یہ بات جب مدینہ منورہ پہنچی تو غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی اور حضرت عمرؓ سمیت کچھ لوگوں نے حضورؐ سے اجازت مانگی کہ اگر حکم ہو تو وہ اس گستاخی پر عبداللہ بن ابی کی گردن اڑا دیں۔ مگر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر اجازت دینے سے انکار کر دیا کہ اس کا تاثر برا ہوگا اور لوگ یہ کہیں گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اب اپنے کلمہ گو ساتھیوں کو بھی قتل کرنا شروع کر دیا ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے زیادہ دلچسپ اور ایمان افروز کردار عبداللہ بن ابی کے اپنے بیٹے کا تھا۔ ان کا نام بھی عبداللہ تھا اور ان کا شمار مخلص صحابہ کرامؓ میں ہوتا ہے۔ انہوں نے جب یہ سنا کہ ان کے والد نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے مہاجر ساتھیوں کے بارے میں یہ باتیں کہی ہیں اور مسلمانوں میں اس کے بارے میں شدید غم و غصہ پایا جاتا ہے تو وہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ میرے باپ نے آپ کی شان میں گستاخی کی ہے، اگر آپ اس وجہ سے میرے والد کو قتل کرنا چاہتے ہیں تو اس کی سعادت مجھے عطا فرمایئے، میں اپنے ہاتھوں سے اسے قتل کروں گا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اگر کسی اور نے قتل کیا تو شاید میری خاندانی غیرت اس کے خلاف جاگ اٹھے اور معاملہ کوئی اور صورت اختیار کر لے۔ پھر حضرت عبداللہؓ نے صرف اتنی بات پر اکتفا نہیں کیا بلکہ یہ معلوم کر کے کہ ان کا باپ کس راستے سے واپس آ رہا ہے اس راستے میں ننگی تلوار لے کر کھڑے ہو گئے۔ جب باپ آیا تو حضرت عبداللہؓ نے اس سے کہا کہ تم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں (نعوذ باللہ) ذلیل کا لفظ بولا ہے اور خود کو عزیز کہا ہے، اس لئے اب اپنی زبان سے کہو کہ میں ذلیل ہوں اور جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عزت والے ہیں، ورنہ اس تلوار سے تمہاری گردن مار دوں گا۔ عبداللہ بن ابی کو بیٹے کی اس دھمکی پر اپنی زبان سے یہ کہنا پڑا کہ میں ذلیل ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عزت والے ہیں۔ اس کے باوجود بیٹے نے کہا کہ میں تمہیں یہاں سے آگے اس وقت تک نہیں جانے دوں گا جب تک جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اجازت نہیں دیں گے۔ تفسیر ابن کثیرؒ کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمائی تو بیٹے نے اپنے باپ کا راستہ چھوڑا

اور وہ مدینہ منورہ میں داخل ہوسکا۔

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ اس طرزِ عمل کی وجہ یہ نہیں تھی کہ باپ سے میری کوئی ناراضگی تھی بلکہ میرا خاندان اچھی طرح جانتا ہے کہ ہمارے قبیلہ (بنوخزرج) میں اپنے باپ کا مجھ سے زیادہ خدمت گزار کوئی نہیں تھا، لیکن جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی میرے لئے کسی طرح بھی قابل برداشت نہیں تھی اور اس کے لئے میں اپنے باپ کی جان لینے کے لئے پوری طرح تیار تھا۔

یہ واقعہ جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے، بخاری شریف کی بعض روایات میں بھی ہے اور تفسیر ابن کثیرؒ میں اس کی کچھ تفصیلات مذکور ہیں، اس واقعہ میں ہمارے لئے راہنمائی کے مختلف پہلو موجود ہیں۔

ایک یہ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک مسلمان کی محبت وعقیدت کا فطری تقاضہ ہے کہ وہ اپنے آقا ومولا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی طرح کی توہین کسی صورت برداشت نہ کرے، اور اس پر اپنے جذبات ورد عمل کا کھلم کھلا اظہار کرے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس سنگین جرم کی سزا بلاشبہ قتل ہے لیکن جذبات کی شدت کے باوجود از خود کارروائی نہ کرے بلکہ اس معاملہ میں قانون کا دروازہ کھٹکھٹائے۔

اور تیسری بات یہ ہے کہ ایسے منافقوں کی حرکتوں کو بے نقاب کیا جائے، انہیں چھپانے کی کوشش کامیاب نہ ہونے دی جائے اور ان کی قسموں پر اعتماد کرنے کی بجائے انہیں بے نقاب کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

اس پس منظر میں اسلام آباد ہائی کورٹ کے جسٹس جناب شوکت صدیقی نے بلاگرز کیس میں جو رویہ اختیار کیا ہے وہ نہ صرف ایک مسلمان کی دینی غیرت وحمیت کا اظہار ہے بلکہ قانون کا محافظ اور اس کے نفاذ کا ذمہ دار ہونے کی وجہ سے یہ ان کا فریضہ بھی بنتا ہے۔ قانون موجود ہے، وقوعہ سامنے ہے، جرم بلاشبہ سنگین ترین ہے اور معاملہ جناب سرورِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقیدت ومحبت کا ہے، اس لئے قوم ان سے توقع رکھتی ہے کہ وہ دستور وقانون کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اس کیس کو جلد از جلد منطقی انجام تک پہنچائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائیں اور قبولیت وکامیابی سے ہمکنار کریں، آمین یارب العالمین۔

(روزنامہ اسلام کراچی، ۱۹ر مارچ ۲۰۱۷ء)

اعصاب اور مردانہ امراض کیلئے بہترین آزمودہ نسخہ

مکمل علاج، مکمل خوراک

قیمت 3000 روپے
وزن 600 گرام

فیصل

معجون قوتِ اعصاب زعفرانی

33 اجزاء کا اکسیر مرکب

☆ خوشگوار زندگی کے لمحات مزید پر کیف
☆ اعضائے خاص کی تمام بیماریوں میں مفید
☆ قوت خاص اور امساک کے لئے نادر نسخہ
☆ ہضم کی درستگی اور پیدائش خون میں اضافہ کا ضامن
☆ جریان، احتلام، ہڈیوں، پٹھوں کی کمزوری اور تھکاوٹ کیلئے مفید

زعفران	جائفل	ناگرموتھ	مغز بندق	آرد خرما	جوہر آہن
مصطگی	جاوتری	بج	مغز ہنول	سنگھاڑا	کشتہ چاندی
مروارید	دار چینی	اگر	الائچی خورد	پان کا گچھ	تخم فرو خر
ورق طلاء	لونگ	مائیں	الائچی کلاں	ثانی عشق پیچہ	33 اجزاء
ورق نقرہ	گوند کیکر	جڑ موسلے	زنجبیل	بالچھڑ	
مغز چلغوزہ	مغز بادام	ریں کنگوٹی	بہمن سفید	گوند کتیرہ	

پاکستان بھر میں
فری
ہوم ڈلیوری
0314-3085577

معجون تسکینِ دل

دل کے تمام امراض کے لیے مفید ہے

دل کے درد، شریانوں کی بندش، دل کی کمزوری، دل کی گھبراہٹ دل کا بے ترتیب اور تیز چلنا، بلڈ پریشر کا کم یا زیادہ ہونا اور دل کے دیگر امراض کی اصلاح کرتا ہے۔

قیمت 1200 روپے

جگر ومعدہ کی اصلاح کر کے نیا خون پیدا کرتا ہے۔

وزن 500 گرام

عام جسمانی کمزوری میں بھی انتہائی موثر اور مفید ہے۔

آب سیب	آب انار	آب ادرک	ورق نقرہ	تخم خرفہ
آب بہی	آب لیمن	شہد خالص	بہمن سفید	تودری
زعفران	مروارید	ورق طلاء	کشنیز	بادرنجبویہ
ابریشم	گل سرخ	گل نیلوفر	تخم کاہو	درونج عقربی
صندل سفید	طباشیر	آملہ	جوہر مرجان	مغز تربوز
گل منڈی	الائچی خورد	کہربائی	بہمن سرخ	

فیصل FOODS ستارہ ملز روڈ گراؤنڈ سپلائرز کالونی فیصل آباد

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دار المبلغین کے زیر اہتمام

مدرسہ ختم نبوۃ مسلم کالونی چناب نگر

36 واں سالانہ ختمِ نبوۃ کورس

نامور علماء ومناظرین و ماہرین فن لیکچر دیں گے
ان شاء اللہ

زیر سرپرستی
استاذ المحدثین حضرت
مولانا ڈاکٹر **عبدالرزاق اسکندر** صاحب دامت برکاتہم
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

بتاریخ
29 اپریل 2017 تا 20 مئی 2017
بمطابق
3 شعبان 1438 تا 24 شعبان 1438

نوٹ: کورس میں شرکت کرنے والے ہر طالب علم کو مجلس کی طرف سے 5 ہزار روپے کی کتب فری دی جائیں گی

- کورس میں شرکت کے خواہشمند حضرات کیلئے کم ازکم درجہ رابعہ یا میٹرک پاس ہونا ضروری ہے
- شرکاء کو کاغذ قلم، رہائش خوراک، نقد وظیفہ، منتخب کتب کا سیٹ دیا جائے گا
- کورس کے اختتام پر امتحان ہوگا کامیاب ہونے والوں کو اسناد دی جائیں گی نیز پوزیشن حاصل کرنے والوں کو اضافی کتب دی جائیں گی
- داخلہ کے خواہشمند سادہ کاغذ پر درخواست ارسال کریں جس میں نام، ولدیت مکمل پتہ اور تعلیمی تفصیل لکھی ہو موسم کے مطابق بستر ہمراہ لانا انتہائی ضروری ہے

درخواستوں کیلئے پتہ: شعبہ نشر و اشاعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چناب نگر ضلع چنیوٹ

برائے رابطہ:
مولانا عزیز الرحمن ثانی 0300-4304277
مولانا غلام رسول دین پوری 0300-6733670